اَلْقِلَادَةُ الْمُرَصَّعَةُ فِي نَحْرِ الْأَجْوِبَةِ الْأَرْبَعَة

تصنیفِ لطیف
اعلیٰ حضرت مجدّدِ دین وملّت،
امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولوی اشرفعلی تھانوی کے چار فتووں کا رد

چار جوابوں کے مقابلہ میں پرویا ہوا ہار

القلادۃ المرصعۃ فی نحر الأجوبہ الأربعہ

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک
Alahazrat Network

اَلْقِلَادَةُ الْمُرَصَّعَةُ فِیْ نَحْرِ الْاَجْوِبَةِ الْاَرْبَعَةِ

(چار جوابوں کے مقابلہ میں پرویا ہُوا ہار)

(مولوی اشرفعلی تھانوی کے چار۴ فتووں کا رَدِّ بلیغ)

مسئلہ ۶۶۲ تا ۶۶۵ از کانپور بازار میدہ دکان نوربخش و محمد سلیم مرسلہ مولوی محمد شفیع الدین صاحب نگینوی تلمیذ مولوی احمد حسن صاحب کانپوری ۱۶ صفر ۱۳۱۲ھ

بخدمت مجمعِ کمالاتِ عقلیہ و نقلیہ جناب احمد رضا خاں صاحب دامت افضالہم السلام علیکم، ایک استفتا خدمت شریف میں ارسال ہے پہلا جواب مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا تھا دوسرا جواب مولوی قاسم علی مرادآبادی نے لکھا ہے چونکہ دونوں جوابوں میں تخالف ہے لہذا ارسال خدمت شریف میں کیا گیا ہے جو جواب صحیح ہو اُس کو مُہر و دستخط سے مزیّن فرمائیں، اگر دونوں جواب خلافِ تحقیق ہیں تو جناب علیحدہ جواب مع حوالۂ کتب تحریر فرمائیں ماجوابکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی (اے علماء، رحمکم اللہ تعالٰی! تمہارا جواب اس سلسلہ میں کیا ہے؟ ت) ان مسئلوں میں کہ:

(۱) ایک شخص اپنے ایک پَیر سے معذور ہے چونکہ اس کو شب کو دوبارہ مسجد میں آنے سے تکلیف ہوتی ہے تو وہ شخص مسجد میں قبل اذان وجماعت کے اپنی نمازِ عشا ہمراہ ایک شخص کے اقامت کہہ کر پڑھ لیتا ہے پس شخص مذکور کو جماعت کا ثواب ہوگا یا نہ۔ اور جو جماعت مع اذان کے بعد کو ہوگی اُس میں کچھ کراہت ہوگی یا نہ؟

(۲) ہمراہ شخص مذکور کے جو نماز پڑھتا ہے تو بعد والی جماعت بسبب فوت ہونے تہجد کے ترک کرتا ہے جائز ہے یا نہ؟

(۳) ایک شخص ہمیشہ قیلولہ اس طرح کرتا ہے کہ اُس کی ظہر کی جماعت اولٰی ترک ہوجاتی ہے اور عذر اُس کا خوف فوت تہجد ہے جائز ہے یا نہ؟

(۴) چند شخصوں کو کوئی ضرورت درپیش ہے وہ چند شخص قبل اذان وجماعت اپنی نماز جماعت سے مسجد میں پڑھیں جائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

جوابِ کان پور

جوابِ سوالِ اوّل: نفسِ جماعت کا ثواب ملے گا مگر جماعتِ اولیٰ کی فضیلت سے محروم رہے گا، جماعتِ اولیٰ وہی ہوگی جو اذان واقامت سے اس کے بعد ہوگی اور اس میں کچھ کراہت نہیں ہے۔

جوابِ سوالِ دوم: خوف فوتِ تہجد ترکِ جماعت اولیٰ میں عذر نہیں ہے۔

جوابِ سوالِ سوم: یہ عذر ترکِ جماعتِ ظہر نہیں ہوسکتا۔

جوابِ سوالِ چہارم: ضرورتِ شدیدہ میں ترکِ جماعتِ اولیٰ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ

۱۳۰۰
اشرف علی
از گروہِ اولیا

جوابِ مراد آباد

جوابِ سوالِ اوّل کا یہ ہے کہ شخص مندرجہ سوال کا جماعت کرنا مکروہ تحریمہ ہے ثواب جماعت اصلاً نہ ہوگا اس لئے کہ اوّلاً تو معذور ہے جماعت ساقط ہے بلکہ بلاجماعت امید حصول ثواب بوجہ معذوری کے ہے

کمافی الہندیۃ[1] وتسقط الجماعۃ بالاعذار حتی لاتجب علی المریض والمقعد والزمن ومقطوع الید والرجل من خلاف والمفلوج الذی لایستطیع المشی والشیخ الکبیر العاجز اوکان قیما لمریض اویخاف ضیاع مالہ انتہی ملخصا۔

جیسا کہ ہندیہ میں ہے عذر کی وجہ سے جماعت ساقط ہوجاتی ہے حتی کہ مریض، بیٹھ کر چلنے والے، لولے اور جس کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت کٹے ہوئے ہوں ایسا فالج زدہ جو چلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، نہایت ہی عاجز بوڑھا یا وہ شخص کسی بیمار کا نگہبان ہو یا اسے اپنے مال کے ضیاع کا خطرہ ہو تو سب افراد پر جماعت واجب نہیں ہے انتہی ملخصا (ت)

ومعہذا (اور اس کے باوجود۔ت) اُس شخص کا بغیر اذان واقامت کے جماعت کرنا علی الخصوص ایسے شخص کے ساتھ کہ وہ شرعاً معذور نہیں ہے موجب کراہت تحریمہ کا ہے۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری میں

---

[1] فتاوی ہندیہ الفصل الاول فی الجماعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۳

لکھا ہے:

ویکرہ اداء المکتوبۃ بالجماعۃ فی المسجد بغیر اذان واقامۃ[1]۔

مسجد میں فرض نماز بغیر اذان واقامت باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے۔ (ت)

ونیز درانست (نیز اسی میں ہے۔ ت):

الاذان سنۃ لاداء المکتوبۃ بالجماعۃ وقیل انہ واجب الصحیح انہ سنۃ مؤکدۃ[2]۔

باجماعت فرض نماز کی ادائیگی کے لئے اذان سنّت ہے اور بعض نے اسے واجب کہا ہے صحیح یہ ہے کہ یہ سنّتِ مؤکدہ ہے (ت)

پس حصول ثواب نفس جماعت کہاں بلکہ بوجہ ترک سنّتِ مؤکدہ کے موجب معصیت ہے۔

کما قال العلامۃ الشامی صرح العلامۃ ابن نجیم فی رسالتہ المؤلفۃ فی بیان المعاصی بان کل مکروہ تحریما من الصغائر[3] وصرح ایضا بانھم شرطوا لاسقاط العدالۃ بالصغیرۃ الادمان علیھا[4]۔

جیسا کہ علامہ شامی نے فرمایا علامہ ابن نجیم نے اپنے اس رسالہ میں جو انہوں نے بیانِ معاصی میں تحریر کیا ہے فرمایا: ہر مکروہ تحریمی صغائر میں سے ہے، اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ اہل علم نے صغیرہ کے سبب اسقاطِ عدالت کے لئے اس پر ہمیشگی کو شرط قرار دیا ہے۔ (ت)

اور جو جماعت بعد کو مع اذان ہوگی وہ بلاکراہت ہوگی کما مر (جیسا کہ گزرا۔ ت) فقط

جواب سوالِ دوم کا یہ ہے کہ جواب سوال اوّل سے بخوبی مبرہن ہوگیا کہ شرعاً یہ جماعت مکروہِ تحریمہ ہے پس دوسرے شخص کا اس معذور کے ساتھ قبل اذان کے بخوف فوت نماز تہجد کے نماز پڑھنا ترک کرنا جماعت کا ہے اور ترکِ جماعت کہ سنّتِ مؤکدہ قریب واجب کے ہے واسطے ادائے صلوٰۃ تہجد کے کہ مستحب ہے درست نہیں اس واسطے کہ ترکِ سنّت معصیت ہے برخلاف امر مندوب کہ وہ معصیت نہیں، درمختار میں لکھا ہے:

ومن المندوبات رکعتا السفر والقدوم منہ

سفر پر جانے اور اس سے واپسی پر دو رکعت اور

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی صفتہ واحوال المؤذن مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۴

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۱/۵۳

[3] ردالمحتار مطلب المکروہ تحریمی من الصغائر الخ ″ مصطفی البابی مصر ۱/۳۳۷

[4] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

وصلوۃ اللیل۔[1]

رات کی نماز مندوبات سے ہے۔ (ت)

علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

قال فی البحر الذی یظھر من کلام اھل المذھب ان الاثم منوط بترك الواجب او السنۃ المؤکدۃ علی الصحیح لتصریحھم بان من ترك سنن الصلوات الخمس قیل لایأثم والصحیح انہ یأثم وتصریحھم بالاثم لمن ترك الجماعۃ مع انھا سنۃ مؤکدۃ علی الصحیح۔[2] فقط

بحر میں ہے کہ اہلِ مذہب کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحیح مذہب پر گناہ تب ہوگا جب ترکِ واجب یا ترکِ سنتِ مؤکدہ ہو کیونکہ علماء کی تصریح ہے جو شخص صلواتِ خمسہ کی سنن ترک کرے ایک قول کے مطابق گنہگار نہ ہوگا اور صحیح تر یہ ہے کہ گنہگار ہوگا اور اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ جماعت کا ترک گناہ ہے حالانکہ وہ صحیح قول کے مطابق سنتِ مؤکدہ ہے۔ (ت)

جواب سوال سوم بہتر یہ ہے کہ بخوف فوت تہجد کے اس قدر قیلولہ نہ کرے کہ جو موجب ترک فضیلت جماعتِ اولیٰ کا ہووے ولہذا اگر کرے تو جائز ہے بشرطیکہ جماعت ترک نہ ہو جائے کہ جماعت ثانیہ ہووے اس لئے کہ ہمارے اساتذہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قولِ محقق یہی ہے کہ جماعتِ ثانیہ بلاکراہت درست ہے اور مساوی ہے ثواب میں نفسِ جماعت اولیٰ کے، اور جماعتِ اُولیٰ اَولیٰ ہے، چنانچہ میرے استاد و کامل و محدث و الد ماجد قدس سرہٗ کا اثبات جماعت ثانیہ کے بارہ میں ایک رسالہ مبسوطہ ہے من شاء فلیطلع علیہا (جو شخص تفصیل چاہے اس کا مطالعہ کرے۔ ت) بناءً علیہ واسطے ادائے نماز تہجد کے کہ اعلیٰ درجہ کی مستحب ہے اس قدر قیلولہ کرنا کہ جس سے جماعت اولیٰ ترک ہوجائے نہ مطلق جماعت بلاشبہہ جائز ہے اس لئے کہ فضیلت جماعت کی مساوی فضیلت تہجد کے نہیں ہے بلکہ کمتر ہے من شاء فلیطالع الاحادیث المرویۃ فی ھذا الباب من الصحاح والحسان (جو شخص تفصیل چاہتا ہے وہ ان احادیث صحیحہ اور حسان کا مطالعہ کرے جو اس مسئلہ کے بارے میں مروی ہیں۔ ت) فقط۔

جواب سوال چہارم بحالت عذر شرعی کے بھی قبل اذان کے مسجد میں جماعت کرنا اشخاصِ مندرجۂ سوال کا درست نہیں مکروہ ہے البتہ بعد اذان کے درست ہے

کما فی الھندیۃ ویکرہ اداء المکتوبۃ بالجماعۃ فی المسجد بغیر اذان واقامۃ۔[3]

جیسا کہ ہندیہ میں ہے مسجد میں اذان واقامت کے بغیر فرض نماز کی جماعت مکروہ ہے (ت)

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۶

[2] ردالمحتار مطلب فی السنۃ وتعریفھا 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۷۷

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی صفۃ واحوال المؤذن مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۴

یہی حکم صورِ مسئولہ کا کہ تحریر ہُوا واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فقط حررہ العبد المفتقر الی اللہ الغنی محمد قاسم علی عفی عنہ

قاسم علی خلف
۱۲۹۶
مولٰنا محمد عالم علی

الجواب صحیح والمجیب نجیح

بینظیر سنہ ۱۳۰۰ھ
شگفتہ محمد گل

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

(اے اللہ! حق اور صواب کی ہدایت عطا فرما)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ الحمد للہ الذی یدہ علی الجماعۃ والصلٰوۃ والسلام علٰی صاحب الشفاعۃ واٰلہ وصحبہ اولی البراعۃ وسائر اھل السنۃ والجماعۃ۔

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحمت والا اور مہربان ہے، تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے جس کا مبارک ہاتھ جماعت پر ہے اور صلٰوۃ وسلام اس ذاتِ اقدس پر ہو جو صاحبِ شفاعت ہے اور آپ کی آل اور اصحاب پر جو صاحبِ فضیلت ہیں اور تمام اہلسنت وجماعت پر۔ (ت)

جواب سوالِ اوّل وچہارم: ہاں فعلِ مذکور مکروہ ومحظور ہے نہ اس وجہ سے کہ معذور سے جماعت ساقط یا اُسے بے جماعت ثواب ثابت کہ:

اوّلاً ساقط وجوب ہے نہ جواز بلکہ جماعت افضل وعزیمت،

وفی ردالمحتار قولہ من غیر حرج قید لکونھا سنۃ مؤکّدۃ او واجبۃ فبالحرج یرتفع الاثم ویرخص فی ترکھا ولکنہ یفوتہ الافضل[1] الخ۔

ردالمحتار میں ہے کہ ماتن کا قول من غیر حرج قید ہے اس بات کی کہ جماعت سنّتِ مؤکدہ یا واجب ہے اور حرج کی وجہ سے گناہ ختم، اور جماعت کے ترک میں رخصت ہوگی البتہ وہ افضل کو فوت کردے گا الخ (ت)

ثانیاً نہ بے جماعت ثوابِ جماعت مانعِ جماعت فشتان ما بین الحکم والحقیقۃ (حکم اور حقیقت میں نہایت ہی فرق ہے۔ ت) سورۂ اخلاص ثلث قرآنِ عظیم کے برابر ہے کیا تین بار اسے پڑھنے والا ختمِ قرآن سے ممنوع ہوگا (نماز مع) جماعتِ عشا قیامِ نصف شب اور مع جماعتِ فجر قیامِ تمام لیل کے مساوی ہے کیا یہ نمازیں جماعت سے پڑھنے والا احیائے لیل سے باز رکھا جائے گا، شرع میں اس کی نظائر ہزار در ہزار ہیں۔

---

[1] ردالمحتار مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۰

فی الحدیث المتواتر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قل ھو اللہ احد تعدل ثلث القرآن[1] اخرجہ مالک واحمد والبخاری وابوداؤد والنسائی عن ابی سعید الخدری والبخاری عن قتادۃ بن النعمان واحمد ومسلم عن ابی الدرداء ومالک واحمد ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والحاکم عن ابی ھریرۃ واحمد والترمذی وحسنہ والنسائی عن ابی ایوب الانصاری واحمد والنسائی والضیاء فی المختارۃ عن ابی بن کعب والترمذی وحسنہ عن انس بن مالک واحمد وابن ماجۃ عن ابی مسعود البدری وفی الباب عن عبد[عه1] اللہ بن مسعود وعبد[عه2] اللہ بن عمرو ومعاذ[عه3] بن جبل وجابر[عه4] بن عبداللہ وعبداللہ[عه5] بن عباس وام[عه6] کلثوم بنت عقبۃ وغیرھم[عه7]

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر روایت میں ہے سورہ اخلاص ''قل ھو اللہ احد'' کی تلاوت قرآن کی تہائی کے برابر ہے اسے امام مالک، احمد، بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے؛ بخاری نے قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے؛ احمد و مسلم نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے؛ مالک، احمد، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے؛ احمد و ترمذی اور انہوں نے اس روایت کو حسن قرار دیا؛ اور نسائی نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے؛ احمد، نسائی اور ضیاء مقدسی نے مختارہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے؛ ترمذی نے اسے حسن قرار دیتے ہوئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے؛ احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمرو،

[عه1] رواہ عنہ الطبرانی فی الکبیر ۱۲ منہ (اس کو ان سے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ ت)

[عه2] رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم وابونعیم فی الحلیۃ ۱۲ منہ

اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے اور ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔ (ت)

[عه3] الطبرانی فی الکبیر ۱۲ منہ (اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ ت)

[عه4] البزار ۱۲ منہ (اسکو بزار نے روایت کیا ہے۔ ت)

[عه5] ابوعبید ۱۲ منہ (اسکو ابوعبید نے روایت کیا ہے۔ ت)

[عه6] الامام احمد ۱۲ منہ (اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ ت)

[عه7] رواہ البیہقی فی السنن عن رجاء الغنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ فھؤلاء خمسۃ عشر صحابیا ۱۲ منہ

اس کو بیہقی نے سنن کبرٰی میں رجاء غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یہ پندرہ کے پندرہ صحابی ہیں (لہذا حدیث متواتر ہوئی) ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] صحیح البخاری باب فضل قل ھو اللہ احد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۰

رضی اللہ تعالٰی عنہم مالك و احمد و مسلم عن امیر المؤمنین عثمٰن الغنی رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی العشاء فی جماعۃ فکانما قام نصف اللیل و من صلی الصبح فی جماعۃ فکانما صلی اللیل کلہ[1]۔

معاذ بن جبل، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عباس، ام کلثوم بنت عقبہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے بھی روایات مروی ہیں۔ مالک، احمد اور مسلم نے امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نمازِ عشا جماعت کے ساتھ ادا کی گویا اس نے نصف رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز باجماعت پڑھی گویا اس نے تمام رات قیام کیا (ت)

ثالثاً ایسی حالت میں بے ادائے جماعت ثواب جماعت ملنا ثابت۔

قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر و العلامۃ ابراھیم الحلبی فی الغنیۃ فی مسألۃ الاعمی وقول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لہ ما اجد لك رخصۃ معناہ لا اجد لك رخصۃ تحصل لك فضیلۃ الجماعۃ من غیر حضورھا لا الایجاب علی الاعمی لانہ علیہ الصلٰوۃ والسلام رخص لعتبان بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ علی ما فی الصحیحین[2]۔

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں مسئلہ اعمٰی کے تحت یہ لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نابینا کو فرمانا کہ "میں تیرے لئے رخصت نہیں پاتا" اس کا معنی یہ ہے کہ میں تیرے لئے جماعت کی فضیلت وثواب بغیر حاضریِ جماعت کے نہیں پاتا اس کا یہ معنٰی نہیں کہ آپ نے حاضریِ جماعت نابینا پر لازم فرمائی کیونکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے دوسرے صحابی عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کو اسی عذر کی بنا پر جماعت سے رخصت عنایت فرمائی ہے جیسا کہ بخاری ومسلم میں موجود ہے (ت)

تنبیہ اقول استشھادنا انما ھو بھما افادا من عدم حصول الفضیلۃ ولو للمعذور بدون الحضور وفیہ

تنبیہ اقول (میں کہتا ہوں) ہمارا استشہاد و دلیل ان دونوں بزرگوں کے اس افادہ سے ہے کہ فضیلتِ جماعت حاضری کے بغیر حاصل نہ ہوگی

---

[1] صحیح مسلم باب فضل صلٰوۃ الجماعۃ الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳۲

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ ؍؍ سہیل اکیڈمی ص ۵۱۰

ایضا تفصیل یعلم بالرجوع الی المراقی وغیرھا اما کون معنی الحدیث ھذا فعندی محل نظر یعرفہ من جمع طرق الحدیث ففی صحیح مسلم عن ابی ھریرۃ قال اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجل اعمی فقال یا رسول اللہ انہ لیس لی قائد یقودنی الی المسجد فسأل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یرخص لہ فیصلی فی بیتہ فرخص فلما ولی دعاہ فقال ھل تسمع النداء بالصلاۃ فقال نعم قال فاجب[1] واخرجہ السراج فی مسندہ مبینا فقال اتی ابن ام مکتوم الاعمی[2] الحدیث وعند الحاکم عن ابن ام مکتوم قلت یا رسول اللہ ان المدینۃ کثیرۃ الھوام والسباع قال اتسمع حی علی الصلٰوۃ حی علی الفلاح قال نعم قال فحی ھلا[3] وعند احمد وابن خزیمۃ

خواہ وہ شخص معذور ہی کیوں نہ ہو، اور اس میں بھی تفصیل ہے جس کے جاننے کے لئے مراقی وغیرہ کی طرف رجوع ضروری ہے، باقی حدیث کا یہ معنی کرنا میرے نزدیک محلِ نظر ہے جس کی معرفت حدیث کے طُرق کو جمع کرنے سے ہو گی ——— تو صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک نابینا شخص آیا اور عرض کیا یارسول اللہ! مجھے کوئی مسجد میں لانے والا نہیں، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہا کہ آپ اسے اس بات کی اجازت دے دیں کہ وہ گھر میں نماز ادا کرلے، آپ نے اجازت مرحمت فرمائی، جب وہ لوٹے تو آپ نے دوبارہ بلایا اور پوچھا: کیا تم نماز کی اذان سُنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اس کا جواب دو (یعنی باجماعت نماز پڑھو) اور اسے سراج نے مسند میں تفصیلاً بیان کرتے ہُوئے اس صحابی کا نام لیا کہ آپ کی خدمت میں حضرت ابنِ اُم مکتوم نابینا صحابی حاضر ہوئے الحدیث۔ حاکم روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! مدینہ طیبہ میں بہت سے کاٹنے والے کیڑے اور درندے ہیں، فرمایا: تم حی علی الصلٰوۃ حی علی الفلاح سنتے ہو؟ عرض کیا ہاں۔

---

[1] صحیح مسلم باب فضل صلٰوۃ الجماعۃ الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۲
[2] عمدۃ القاری شرح البخاری بحوالہ السراج فی مسندہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/۱۶۳
[3] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۲۴۷

والحاکم عنہ بسند جید ایسعنی ان اصلی فی بیتی قال اتسمع الاقامۃ قال نعم قال فأتہا[1] وفی اخری قال فاحضرہا[2] ولم یرخص لہ و للبیہقی عنہ سألہ ان یرخص لہ فی صلاۃ العشاء والفجر قال ہل تسمع الاذان قال نعم مرۃ او مرتین فلم یرخص لہ فی ذلک[3] ولہ عن کعب بن عجرۃ جاء رجل ضریر الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیہ ایبلغک النداء قال نعم قال فاذا سمعت فاجب[4] ولاحمد وابی یعلی والطبرانی فی الاوسط و ابن حبان عن جابر واللفظ لہ قال اتسمع الاذان قال نعم قال فأتہا ولو حبوا[5] فکان ذلک فیما نری واللہ تعالٰی اعلم انہ رخص

فرمایا: اس کی طرف آؤ۔ مسند احمد، ابن خزیمہ اور حاکم نے انہی سے سند جید کے ساتھ نقل کیا کہ میں نے عرض کیا کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں گھر میں نماز ادا کرلوں؟ فرمایا: کیا اقامت سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اس کی طرف آؤ۔ دوسری روایت میں ہے: اس میں حاضری دو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رخصت نہ دی۔ بیہقی نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی روایت کیا کہ انہوں نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس بات کی رخصت چاہی کہ انکو عشا اور فجر کی نماز میں جماعت سے رخصت دے دیں۔ فرمایا: کیا تم اذان سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ ایک یا دو دفعہ پوچھا آپ نے انہیں اس بارے میں رخصت نہ دی۔ بیہقی میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ ایک نابینا شخص رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اسی میں ہے کہ آپ نے پوچھا: کیا تجھے اذان کی آواز پہنچتی ہے؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: جب تو سنتا ہے تو جواب دے (یعنی جماعت میں حاضری دے) مسند احمد، ابویعلی، طبرانی کی اوسط میں اور

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ " دار الفکر بیروت ۳/ ۴۲۳

[2] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۲۴۷

[3] مجمع الزوائد باب فی ترک الجماعۃ " دار الکتاب بیروت ۲/ ۴۳

[4] " " " " " " ۲/ ۴۲

ف: یہ دونوں حوالے مجمع سے اس لئے نقل کئے کہ سنن بیہقی اور شعب الایمان للبیہقی سے نہیں ملے، ہوسکتا ہے یہ لفظ للبیہقی کی بجائے للطبرانی ہو کیونکہ مجمع نے طبرانی اوسط کے حوالے سے یہ دونوں حدیثیں نقل کی ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

[5] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان باب فرض الجماعۃ والاعذار الخ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۴/ ۲۵۲

اللہ تعالٰی عنہ لم یکن یشق علیہ المشی وکان یھتدی الی الطریق من دون حرج کما یشاھد الآن فی کثیر من العمیان ثم راجعت الزرقانی علی المؤطا فرأیتہ نص علی ذلک نقلا فقال و حملہ العلماء علی انہ کان لایشق علیہ المشی وحدہ ککثیر من العمیان[1] اھ وح یتوجہ بحث العلامۃ الشامی حیث بحث ایجاب الجمعۃ علی امثال ھؤلاء فقال بل یظھر لی وجوبھا علی بعض العمیان الذی یمشی فی الاسواق و یعرف الطرق بلا قائد ولا کلفۃ ویعرف ای مسجد ارادہ بلا سؤال احد لانہ حینئذ کالمریض القادر علی الخروج بنفسہ، بل ربما تلحقہ مشقۃ اکثر من ھذا تامل[2] اھ ثم رأیت الامام النووی نقل فی شرح مسلم ما ذکر المحققان من معنی الرخصۃ عن الجمھور فقال اجاب الجمھور عنہ بانہ سأل

ابن حبان میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی الفاظ ابن حبان کے ہیں کیا تم اذان سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اس کی طرف آؤ خواہ گھٹنوں کے بل آنا پڑے، اس سلسلہ میں ہماری رائے یہی ہے، حقیقت حال سے اللہ ہی آگاہ ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر چلنا دشوار نہ تھا اور وہ بغیر کسی حرج کے راستہ پالیتے تھے جیسا کہ اب بھی بہت سے نابینا لوگوں میں مشاہدہ کیا جاتا ہے پھر میں نے زرقانی علی المؤطا کا مطالعہ کیا تو اس میں بعینہٖ یہی بات منقول تھی کہ تمام اہل علم کی یہی رائے ہے کہ ان پر تنہا چلنے میں دشواری نہ تھی جیسا کہ اب بھی بہت نابینا افراد پر تنہا چلنا دشوار نہیں ہے اھ اور اب علامہ شامی کی وہ بحث بھی ترجیح پائے گی جو انہوں نے ایسے لوگوں پر جمعہ واجب قرار دیتے ہوئے کی ہے تو کہا بلکہ مجھ پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ ایسے نابینا لوگوں پر جمعہ واجب ہوگا جو بغیر کسی قائد اور بلا مشقت تنہا راستہ جان کر چل سکتے ہوں اور اس مسجد تک بغیر پوچھے پہنچ سکتے ہوں جہاں انہوں نے نماز ادا کرنی ہو کیونکہ یہ اس وقت اس مریض کی طرح ہوں گے جو خود بخود نکلنے پر قادر ہو بلکہ بعض اوقات مریض کو اس سے کہیں زیادہ مشقت اٹھانا ہوتی ہے تامل اھ پھر میں نے امام نووی کی شرح مسلم دیکھی اس میں انہوں نے دونوں محققین کا جمہور سے معنیٰ رخصت ذکر کیا ہوا نقل کرکے فرمایا جمہور اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت

---

[1] شرح الزرقانی علی المؤطا فصل صلوۃ الجماعۃ مطبوعہ مکتبہ تجاریہ کبریٰ مصر ۱/۲۶۴

[2] ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۰۲

هل له رخصة ان يصلي في بيته وتحصل له فضيلة الجماعة بسبب عذره فقيل لا قال ويؤيد هذا ان حضور الجماعة يسقط بالعذر باجماع المسلمين ودليله من السنة حديث عتبان بن مالك[1] الخ۔

ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ مجھے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے اور عذر کی بنا پر حاضر نہ ہونے کی وجہ سے جماعت کا ثواب بھی حاصل ہو، تو اس کا جواب نفی میں آیا امام نووی نے فرمایا اس گفتگو سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ عذر کی بنا پر حاضریِ جماعت کے سقوط پر تمام اُمتِ مسلمہ کا اتفاق ہے اور اس کی دلیل سنت سے وہ حدیث ہے جو حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس بارے میں مروی ہے۔ الخ (ت)

اقول وقد علمت ما في هذا التائيد فان الشان في ثبوت الحرج له رضي الله تعالٰى عنه ولعل عتبان كان ممن يتحرج بالمشي وحده دون ابن ام مكتوم رضي الله تعالٰى عنهما ثم ان الامام النووي استشعر ورود قوله صلى الله عليه وسلم فاجب فاجاب باحتمال انه بوحي نزل في الحال وباحتمال تغير اجتهاده صلى الله تعالٰى عليه وسلم وبان الترخيص كان بمعنى عدم الوجوب وقوله فاجب ندب الى الافضل۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس تائید میں جو کچھ ہے وُہ آپ جان چکے کہ یہ اس صورت میں ہے جب ابن ام مکتوم کے لئے حرج ثابت ہو، شاید حضرت عتبان رضی اللہ تعالٰی عنہ ان لوگوں میں سے ہوں جن کو تنہا چلنا دشوار ہو بخلاف ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ان کے لئے ایسا معاملہ نہ تھا، پھر امام نووی نے حضور علیہ السلام کے ارشاد "فاجب" کے ورود سے یہ بات سمجھی تو جواب احتمال سے دیا کہ ممکن ہے یہ حکم اسی حال میں وحی نازل ہونے کے ساتھ دیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اجتہاد میں تبدیلی ہوئی ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رخصت بمعنی عدم وجوب ہو اور آپ کا ارشاد فاجب افضل کی طرف متوجہ کر رہا ہو۔

---

[1] شرح مسلم للنووی مع مسلم باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳۲

اقول اما الاولان فتسلیم للقول واما حمل فاجب علی الندب فخلاف الظاھر لاسیما مع بنائه علی سماع الاذان فان الندب حاصل مطلقا فافھم واللہ تعالٰی اعلم

اقول (میں کہتا ہوں) پہلے دونوں احتمال قول کی وجہ سے تسلیم مگر فاجب کو ندب پر محمول کرنا خلافِ ظاہر ہے خصوصاً جب اس کی بنا اذان کے سماع پر ہو کیونکہ ندب تو ہر حال میں حاصل تھا، فافھم واللہ تعالٰی اعلم (ت)

رابعاً سب سے قطع نظر کیجئے تو پاؤں کا عذر عذر فی الحضور ہے نہ عذر للحاضر کالمطر والطین وامثالھما بلکہ وجہ **اولاً** وہی اتیان جماعت بے اذان کہ در باب استنان موکد اذان اگرچہ مواہب الرحمان ومراقی الفلاح و ردالمحتار کے اطلاقات بہت وسیع ہیں

ویعارضھا کثیر من روایات المبسوط والمحیط والخانیة والخلاصة والبزازیة والھندیة وغیرھا من المعتبرات حتی نفس ردالمحتار ومشروحه الدرالمختار کما بیناہ فیما علقناہ علی ھامشه۔

مبسوط، محیط، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، ہندیہ اور دیگر معتبر کتب کی اکثر روایات اس کے معارض ہیں حتی کہ خود ردالمحتار اور اس کا متن درمختار میں بھی معارض ہیں جیسا کہ ہم نے اس کے حاشیہ میں بیان کیا ہے (ت)

مگر اس قدر بلاشبہہ ثابت کہ نماز پنجگانہ[عہ] سے جو نماز وقتی رجال احرار غیر عُراۃ مسجد میں باجماعت ادا کریں اُس کے لئے سوا بعض صورِ مستثناۃ[عہ۲] کے وقت میں اذان کا پہلے ہولینا سنتِ مؤکدہ قریب بواجب ہے اور بے اُس کے

[عہ] دخلت الجمعة وخرجت صلٰوۃ العیدین والکسوف والجنازۃ والاستسقاء وغیرھا والفوائت وجماعة النساء والصبیان والعبید والعراۃ وجماعة البیوت والصحراء ومستند کل ذٰلک مذکور فیما علقناہ علی ردالمحتار ۱۲ منه غفرله (م)

اس میں جمعہ داخل اور عیدین، کسوف، جنازہ اور استسقاء وغیرہ اور قضا اور جماعتِ خواتین، بچوں، غلاموں، ننگوں اور گھریلو جماعت اور جنگل کی جماعت اس سے خارج ہے اور ہر ایک پر دلیل ہم نے اپنے حاشیہ ردالمحتار میں تحریر کی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[عہ۲] مثلاً جمعہ کے دن شہر یا قصبہ میں جو معذور ظہر پڑھیں اُنھیں اذان کی اجازت نہیں اگرچہ جماعت کریں کہ انھیں جماعت کرنا بھی جائز نہیں موسمِ حج میں عصرِ عرفہ وعشائے مزدلفہ کے لئے صرف تکبیر ہوتی ہے نہ اذان۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

جماعت کرلینا مکروہ وگناہ یہاں تک کہ یہ جماعت شرعاً اصلاً معتبر نہیں اس کے بعد جو جماعت باذان واقامت ہوگی وہی پہلی جماعت ہوگی بلکہ علماء فرماتے ہیں اگر کچھ لوگوں نے آہستہ اذان دے کر جماعت کرلی کہ آوازِ اذان اوروں کو نہ پہنچی تو ایسی جماعت بھی داخل شمار واعتبار نہیں نہ کہ جب سرے سے اذان دی ہی نہ جائے ، وجیز امام کردری میں ہے :

ویکرہ للرجال اداء الصلٰوۃ بجماعۃ فی مسجد بلا اعلامین لا فی المفازۃ والکروم والبیوت[1] الخ

مردوں کے لئے مسجد میں فرائض کی جماعت اذان و اقامت کے بغیر مکروہ ہے ، جنگل ، گھنے باغوں اور گھروں میں مکروہ نہیں الخ (ت)

اقول قولہ بلا اعلامین ای بدون الجمع بینھما فنافی الکراھۃ ھو الایتان بھما لاباحدھما بدلیل قولہ لافی المفازۃ الخ فان ترك اعلام الشروع مکروہ مطلقا ولو فی المفازۃ وقد نص علی الاساءۃ فی ترکھما۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس کا قول "بلا اعلامین" یعنی اذان واقامت کو جمع کئے بغیر لہٰذا منافیِ کراہت دونوں کے ساتھ نماز با جماعت ادا کرنا ہے نہ صرف ایک کے ساتھ، اسکا قول لا فی المفازۃ الخ اس پر دلیل ہے کیونکہ جماعت کے ساتھ اذان کا ترک ہر حال میں مکروہ ہے خواہ جنگل میں ہو اور ان دونوں کے ترک پر اساءت کی تصریح ہے (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کما فی الھندیۃ عن الخانیۃ ولا حاجۃ ھھنا الی استثناء فوائت تودی فی المسجد کما فعل الشامی ولا ما وراء اول فوائت ولو ادیت فی غیر المسجد کما زدناہ علیہ لان الکلام ھھنا فی الاداء ۱۲ منہ غفر لہ (م)

ہندیہ میں خانیہ کے حوالے سے یُوں ہی ہے اور ان فوت شدہ نمازوں کے استثناء کی ضرورت نہیں جو مسجد میں ادا کی جائیں جیسا کہ شامی نے کیا ہے اور اور نہ ہی ماورائے اول کے فوت شدہ کا استثنا ضروری ہے اگرچہ وُہ غیر مسجد میں ادا کی جائیں جیسا کہ ہم نے اسکا اضافہ کیا ہے کیونکہ یہاں گفتگو ادا میں ہورہی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیہ فتاوٰی ہندیہ کتاب الصلٰوۃ فصل الاول فی الاذان مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۲

درر و غرر علامہ مولٰی خسرو میں ہے:

(یاتی بھما) ای الاذان والاقامۃ (المسافر والمصلی فی المسجد جماعۃ وفی بیتہ بمصر وکرہ للاول) ای المسافر (ترکھا) ای الاقامۃ (وللثانی) ای المصلی فی المسجد (ترکہ) ای الاذان (ایضا) ای کالاقامۃ۔[1]

(ان دونوں کو بجالائے) یعنی اذان واقامت کے ساتھ (مسافر اور نمازی مسجد میں جماعت کے لئے اور شہر میں گھر پر نماز ادا کرنے والا' اور پہلے کے لئے مکروہ ہے) یعنی مسافر کے لئے (اس کا چھوڑنا) یعنی تکبیر کا (اور دوسرے کے لئے) یعنی مسجد میں نماز ادا کرنے والے کے لئے (اس کا چھوڑنا) یعنی اذان کا (بھی) یعنی اقامت کی طرح مکروہ ہے (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

لوصلی بعض اھل المسجد باقامۃ وجماعۃ ثم دخل المؤذن والامام وبقیۃ الجماعۃ فالجماعۃ المستحبۃ لھم والکراھۃ للاولی کذا فی المضمرات۔[2]

اگر کچھ اہلِ مسجد نے اقامت اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرلی پھر مؤذن، امام اور باقی لوگ آئے تو ان کی جماعت مستحب ہے، پہلی جماعت مکروہ ہوگی، مضمرات میں اسی طرح ہے (ت)

یہ خاص جزئیہ مسئلہ مسئولہ ہے خلاصہ وخانیہ وہندیہ وغیرہا میں ہے:

واللفظ للامام البخاری جماعۃ من اھل المسجد اذنوا فی المسجد علی وجہ المخافۃ بحیث لم یسمع غیرھم ثم حضر من اھل المسجد قوم وعلموا فلھم ان یصلوا بالجماعۃ علی وجھھا ولا عبرۃ للجماعۃ الاولی اھ[3]

الفاظ امام بخاری کے ہیں کہ جماعت کیلئے اہلِ مسجد میں ایک گروہ نے مسجد میں اتنی آہستہ اذان دی کہ ان کے غیر نے نہ سُنی پھر دیگر لوگ آئے اور ان کو علم ہوا تو ان لوگوں کو حق حاصل ہے کہ وہ سنّت طریقہ پر جماعت کروائیں پہلی جماعت کا کوئی اعتبار نہیں اھ (ت)

پس اُس معذور اور اُس کے شریک اور اُن ضرورت والوں کا یہ فعل جماعت مسنونہ معتبرہ شرعیہ نہیں بلکہ

---

[1] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام باب الاذان مطبوعہ مطبع احمد کامل الکائنۃ فی دارالسعادت مصر ۱/۵۶

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الاول من باب الاذان " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۴

[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الاول فی الاذان " مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۴۸

مکروہ ممنوع ہے اور جو جماعت باذان واقامت اس کے بعد ہوگی اس میں کچھ کراہت نہ ہوگی بلکہ وہی جماعت مسنونہ وجماعت اولٰی ہے۔

ثانیاً جب یہ جماعت جماعت نہیں تو دقیق نظر حاکم کہ ان کا یہ فعل بعد دخول وقت مسجد سے بے نیت شہودِ جماعت باہر جانا ہوا یہ بھی مکروہ اور حدیث میں اس پر وعید شدید وارد؛

[عہ] ابن ماجۃ عن امیر المؤمنین عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

ابن ماجہ نے امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ

عہ سندہ ضعیف واقتصرنا علیہ تبعا للبحر وغیرہ وقد ثبت بسند صحیح من حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لکن فیہ تخصیص مسجد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ قال قال رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایسمع النداء فی مسجدی ھذا ثم یخرج منہ الا لحاجۃ ثم لایرجع الیہ الا منافق[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط ولابی داؤد فی مراسیلہ عن سعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لایخرج من المسجد احد بعد النداء الا منافق الا احد اخرجتہ حاجۃ وھو یرید الرجوع[2] ۱۲ منہ غفر لہ (م)

اس کی سند ضعیف ہے ہم نے بحر وغیرہ کی اتباع میں اسی پر اقتصار کیا ہے حالانکہ سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث ثابت ہے لیکن اس میں مسجد نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تخصیص ہے، کہا رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں کوئی شخص اذان نہیں سنتا، پھر کسی ضرورت کے بغیر مسجد سے نکل جاتا ہے اور واپس مسجد کی طرف نہیں آتا مگر یہ کہ وہ منافق ہے اسے طبرانی نے المعجم الاوسط میں ذکر کیا اور امام ابوداؤد نے مراسیل میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اذان کے بعد مسجد سے منافق کے علاوہ کوئی نہیں نکلتا مگر عذر کی وجہ سے جب کوئی حاجت و ضرورت اس شخص کو نکالے اور وہ شخص واپسی کا ارادہ رکھتا ہو تو منافق نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی اوسط باب فیمن خرج من المسجد بعد الاذان مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۲/ ۵

[2] کتاب المراسیل باب ما جاء فی الاذان مطبوعہ علمیہ لاہور ص ۳۴

علیه وسلم من ادرکه الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجة وهو لا یرید الرجعة فهو منافق[1]

تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اذان کو مسجد میں پایا پھر وہاں سے نکل گیا حالانکہ اسے نکلنے کی کوئی حاجت بھی نہ تھی اور واپسی کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو وہ منافق ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

کرہ تحریما للنهی خروج من لم یصل من مسجد اذن فیه جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیه اولا[2]۔

مکروہ تحریمی ہے بسبب ممانعت کے نکلنا اس شخص کا جس نے نماز نہ پڑھی ہو اس مسجد سے جس میں اذان ہوگئی ہو، شارح نے کہا ماتن اکثر پر چلا ہے (یعنی اکثر یہی ہوتا ہے کہ اذان کا وقت ہونے پر اذان ہوجاتی ہے) اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آجانا ہے خواہ مسجد میں اذان ہُوئی ہو یا نہ۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

الظاهر من الخروج من غیر صلاة عدم الصلٰوة مع الجماعة[3] الخ

نماز کے بغیر نکلنے سے ظاہراً مراد یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کی ہو الخ (ت)

اقول وظاهر ان المراد بالجماعة هی الجماعة المسنونة المشروعة دون المکروهة الممنوعة فان النهی عن الخروج انما هو لطلب الجماعة فلا یتناول الا الجماعة المطلوبة شرعا کیف وقد تقدم ان الجماعة بلا اذان کلا جماعة فلا یعتد بها اصلا والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم

اقول (میں کہتا ہوں) اس سے ظاہراً مراد وہ جماعت ہے جو مسنونہ مشروعہ ہو نہ کہ وہ جو مکروہ و ممنوع ہو کیونکہ نکلنے پر ممانعت وہ طلبِ جماعت کے واسطے ہے اور یہ حکم اسی جماعت کے لئے ہوگا جو شرعاً مطلوب ہے، یہ کیسے ہو حالانکہ پہلے گزر چکا ہے کہ بغیر اذان کے جماعت ایسے ہے جیسے جماعت ہوئی ہی نہیں، پس اس کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے گا، اللہ تعالٰی تمام نقائص وعیوب اور کمزوریوں سے پاک ہے، وہ سب سے بہتر جانتا ہے۔ اس جل مجدہٗ

---

[1] سنن ابن ماجہ باب الاذان وانت فی المسجد فلا تخرج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۴

[2] درمختار باب ادراک الفریضہ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹

[3] بحرالرائق " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۷۲

واحکم۔ کا علم کامل اور اکمل ہے (ت)

جوابِ سوالِ دوم: خوف فوت تہجد نہ ترک جماعت مامور بہا کا مجوز ہوسکتا ہے نہ بعد دخول وقت بے شرکت جماعت شرعیہ مسجد سے نکل جانے کا مبیح نہ جماعت مکروہہ ممنوعہ کا داعی نہ خود اس عذر کا غالباً کوئی محصل صحیح کیا اذان موجب فوت تہجد ہے غرض یہ بہانہ مسموع نہیں اگرچہ تہجد سنّت ہی سہی کما ال الیه کلام المحقق فی الفتح ومال الیه تلمیذه المحقق محمد الحلبی فی الحلیة قائلا انه الاشبه (جیسا کہ اس کی طرف فتح القدیر میں کلام محقق لوٹتا ہے اور ان کے شاگرد محمد حلبی نے حلیہ میں یہ کہتے ہوئے اسی طرف رجوع کیا کہ یہی اشبہ ہے۔ ت) کہ **اوّلاً** وہ بر تقدیر سنیت بھی معارضہ جماعت کا صالح نہیں دربارہ تہجد صرف ترغیبات ہیں اور ترکِ جماعت پر سخت ہولناک وعیدیں کہ حکم کفر تک وارد،

علی تاویلاته المعروفة فی امثال المقام وحدیثه[عه] عند احمد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ ابن انس رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم بسند حسن وقال ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه فی المتخلفین عن الجماعات لوترکتم سنة[عه۲] نبیکم لکفرتم۔[۱]

اس طرح کے مقامات پر تاویلات معروفہ کے ساتھ، اور اس پر مسند احمد اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث سند کے ساتھ ذکر کی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جماعت سے پیچھے رہنے والوں کے بارے میں فرمایا اگر تم نے اپنے نبی کی سنّت ترک کردی تو تم نے کفر کیا۔ (ت)

اور جماعت عشا[عه۳] کے نہ حاضر ہونے پر گھر جلا دینے کا قصد فرمانا ثابت[۲] کما فی الصحیحین من

[عه] سیأتی نصه فی جواب السؤال الثالث ۱۲ منه (م)

اس حدیث کے الفاظ عنقریب تیسرے سوال کے جواب میں آرہے ہیں ۱۲ منہ (ت)

[عه۲] هذه روایة ابی داؤد الحدیث بلفظ لضللتم عند مسلم وغیره ۱۲ منه (م)

یہ ابوداؤد کی روایت ہے اور مسلم وغیرہ میں اس کے الفاظ "تم گمراہ ہوجاؤ گے" ہیں ۱۲ منہ (ت)

[عه۳] بعض احادیث میں عشا، بعض میں فجر، بعض میں جمعہ، بعض میں مطلق جماعت وارد ہے اور سب صحیح ہیں کما فی عمدة القاری للامام العینی (جیسا کہ امام بدرالدین عینی کی عمدۃ القاری میں ہے۔ ت) یہاں ذکرِ عشا ہی تھا لہذا اس کی تخصیص کی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[۱] سنن ابی داؤد باب التشدید فی ترک الجماعة مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸۱

[۲] صحیح البخاری باب فضل صلوة العشاء فی الجماعة " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۹۰

حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفی الباب غیرہ[عہ] (جیسا کہ بخاری ومسلم میں اس کو ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث موجود ہیں۔ ت)

ثانیاً فوت سنت آئندہ کے خوف متیقن سے فی الحال اپنے ہاتھوں سنتِ جلیلہ چھوڑ دینے کی نظیر یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی شخص مرگِ فردا کے اندیشہ سے آج خودکشی کرلے۔

ثالثاً یہ جاگتے میں قصداً مکروہات ومنہیاتِ شرعیہ کا ارتکاب ہوگا اور تہجد نہ بھی ملا تو حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نوم میں تفریط نہ رکھی۔

احمد[عہ۲] ومسلم وابوداود وابن حبان (احمد، مسلم، ابوداؤد اور ابن حبان نے حضرت

عہ: فانہ حدیث مشھور ورد من حدیث عمرو بن ام مکتوم عند احمد وعن اسامۃ بن زید عند ابن ماجۃ وعن انس بسند جید وعن ابن مسعود کلیھما عند الطبرانی فی الاوسط وعن جابر بن عبد اللہ عند الطحاوی فی مشکل الاٰثار وقد ذکرنا احادیثھم فی رسالتنا حسن البراعۃ فی تنقید حکم الجماعۃ اما حدیث ابی ھریرۃ فرواہ من لایحصی من اصحاب الصحاح والسنن والمسانید والمعاجیم واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (م)

کیونکہ مشہور حدیث ہے امام احمد نے حضرت عمرو ابن ام مکتوم سے، ابن ماجہ نے حضرت اسامہ بن زید سے، طبرانی نے اوسط میں حضرت انس سے سندِ جید کے ساتھ اور حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے طحاوی نے مشکل الآثار میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے ہم نے ان تمام احادیث کو اپنے رسالے "حسن البراعۃ فی تنقید حکم الجماعۃ" میں ذکر کیا ہے۔ رہی حدیثِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ، تو اسے لاتعداد اصحابِ صحاح وسنن اور اصحابِ مسانید ومعاجیم نے روایت کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

عہ۲: عزاہ فی الجامع الصغیر لاحمد وابن حبان قال شارحہ المناوی ورواہ عنہ ابوداود وغیرہ[1] اھ ولاشک انہ موجود فی صحیح مسلم ۱۲ منہ (م)

جامع صغیر میں اس کی نسبت امام احمد اور ابن حبان کی طرف کی ہے اس کے شارح امام مناوی نے فرمایا اس کو ان سے ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے[1] اور بلاشک یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] التیسیر شرح جامع الصغیر تحت حدیث مذکور مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/۳۲۶

عن ابی قتادة رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظة۔[1]

ابو قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تفریط نیند میں نہیں بلکہ بیداری میں ہے۔ (ت)

بلکہ بہ نیت تہجد سونے والے کو اگرچہ تہجد نہ پائے ثوابِ تہجد کا وعدہ فرمایا اور اس کی نیند کو رب العزت جل جلالہٗ کی طرف سے صدقہ بتایا۔

مالك فی الموطا وابوداؤد والنسائی عن ام المؤمنین رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم قال ما من امرئ تکون لہ صلاة بلیل یغلبہ علیہا نوم الا کتب اللّٰہ لہ اجر صلاتہ وکان نومہ علیہ صدقة[2] وھو عند ابن ابی الدنیا فی کتاب التہجد بسند جید، النسائی وابن ماجة وخزیمة والبزار بسند صحیح عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم قال من اتی فراشہ وھو ینوی ان یقوم فیصلی من اللیل فغلبتہ عیناہ حتی یصبح کتب لہ ما نوی وکان نومہ صدقة علیہ من ربہ عزوجل[3] وھو بمعناہ عند ابن حبان فی صحیحہ عن ابی ذر او

امام مالک نے مؤطا میں، ابوداؤد اور نسائی نے ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شخص جو رات کی نماز (تہجد) کی نیت رکھتا ہو اس پر نیند غالب آجائے تو اللہ تعالٰی اسے نماز کا اجر وثواب عطا فرمائے گا اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہوگی، یہ حدیث ابن ابی الدنیا نے کتاب التہجد میں سند جید کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی۔ نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور بزار نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بستر پر اس نیت سے لیٹا کہ رات کو اٹھ کر نماز (تہجد) پڑھے گا مگر نیند کے غلبہ کی وجہ سے صبح تک اس کی آنکھ نہ کھلی تو اسے اس کی نیت کے مطابق اجر ملے گا اور اس کی نیند اللہ عزوجل کی طرف سے اس پر صدقہ ہوگی اور یہ حدیث معناً ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوذر یا حضرت

---

[1] سنن ابوداود باب فی من نام عن صلوٰۃ الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶۴

[2] مؤطا امام مالک ما جاء فی صلوٰۃ اللیل 〃 میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۹۹

[3] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فیمن نام عن حزبہ من اللیل 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶

ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنھما ھکذا بالشك۔

ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسی طرح شک کے ساتھ روایت کی ہے۔ (ت)

امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ابوحثمہ اور اُن کے صاحبزادہ سلیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کو جماعتِ صبح میں نہ دیکھا اُن کی زوجہ اور اُن کی والدہ شفا رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سبب پوچھا، کہا نمازِ شب کے سبب نیند نے غلبہ کیا نمازِ صبح پڑھ کر سو رہے، فرمایا: مجھے جماعتِ صبح میں حاضر ہونا نمازِ تمام شب سے محبوب تر ہے۔

مالك عن ابن شھاب عن ابی بکر بن سلیمٰن بن ابی حثمۃ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنه فقد سلیمن ابن ابی حثمۃ فی صلاۃ الصبح وان عمر بن الخطاب غدا الی السوق ومسکن سلیمن بین السوق والمسجد (النبوی) فمر علی الشفاء ام سلیمٰن فقال لھا لم ار سلیمن فی صلوۃ الصبح فقالت انه بات یصلی فغلبته عیناہ فقال عمر لان اشھد صلاۃ الصبح فی الجماعۃ احب الیّ من ان اقوم لیلۃ[۱]۔ عبدالرزاق فی مصنفه عن معمر عن الزھری عن سلیمٰن ابن ابی حثمۃ عن اُمه الشفاء بنت عبداللہ قالت دخل علی عمر وعندی رجلان نائمان تعنی زوجھا ابا حثمۃ و ابنھا سلیمٰن فقال اما صلیا الصبح قلت لم یزالا

مالک، ابن شہاب سے وہ ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سلیمٰن ابن ابی حثمہ کو نماز صبح میں نہ پایا آپ صبح کو جب بازار کی طرف گئے اور سلیمٰن کا گھر بازار اور مسجد نبوی کے درمیان تھا تو آپ سلیمٰن کی والدہ شفاء کے پاس سے گزرے اور پوچھا میں نے سلیمٰن کو آج نمازِ صبح میں نہیں پایا تو انھوں نے عرض کیا وہ رات بیدار رہے نماز پڑھتے رہے صبح کو نیند غالب آگئی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا مجھے نمازِ فجر میں حاضر ہونا اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ساری رات قیام کروں۔ امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں معمر سے انہوں نے زہری سے انھوں نے سلیمان ابن ابی حثمہ سے انھوں نے اپنی والدہ شفاء بنت عبداللہ سے بیان کیا کہ ان کی والدہ فرماتی ہیں حضرت عمر میرے پاس آئے تو میرے پاس دو آدمی سوئے ہوئے تھے، اس سے وہ اپنا خاوند ابوحثمہ اور اپنا بیٹا سلیمان مراد لیتی ہیں۔ آپ نے

---

[۱] موطا امام مالک باب ما جاء فی العتمۃ والصبح مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵

یصلیان حتی اصبحا فصلیا الصبح وناما فقال لان اشہد الصبح فی جماعۃ احب الی من قیام لیلۃ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

فرمایا: انھوں نے نمازِ صبح کیوں نہ پڑھی؟ میں نے عرض کیا یہ ساری رات نماز میں مشغول رہے حتی کہ صبح ہوگئی پھر انہوں نے نمازِ صبح ادا کی اور سوگئے۔ تو آپ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نمازِ فجر کی میری حاضری ساری رات قیام سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

جواب سوال سوم: **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) اس مسئلہ میں جواب حق و حق جواب یہ ہے کہ عذر مذکور فی السوال سرے سے بیہودہ و سراپا اہمال ہے وہ زعم کرتا ہے کہ سنتِ تہجد کا حفظ و پاس اُسے تفویتِ جماعت پر باعث ہوتا ہے اگر تہجد بروجہ سنت ادا کرتا تو وُہ خود فوت واجب سے اُس کی محافظت کرتا نہ کہ اُلٹا فوت کا سبب ہوتا،

قال عزوجل ان الصلٰوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بے شک نماز بیحیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے۔

سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصلحین قبلکم وقربۃ الی اللہ تعالٰی ومنہاۃ عن الاثم وتکفیر للسیئات ومطردۃ للداء عن الجسد[3]۔ رواہ الترمذی فی

تہجد کی ملازمت کروکہ وہ (رات کا قیام) اگلے نیکوں کی عادت ہے اور اللہ عزوجل سے نزدیک کرنیوالا اورگناہ سے روکنے والا اور برائیوں کا کفارہ اور بدن سے بیماری دُور کرنے والا۔ اسے ترمذی نے اپنی جامع،

---

[1] المصنف لعبدالرزاق باب فضل الصلٰوۃ فی جماعۃ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱/ ۵۲۶

[2] القرآن ۲۹/ ۴۵

[3] جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۹۴
صحیح ابن خزیمہ باب التحریض علی قیام اللیل الخ ؍؍ مکتب اسلامی بیروت ۲/ ۱۷۷

ف: حدیث مذکور کے الفاظ صفحہ مذکور پر مصنف میں یُوں ہیں: عن معمر عن الزہری عن سلیمٰن بن ابی حثمۃ عن الشفاء بنت عبداللہ قالت دخل علیّ بیتی عمر بن الخطاب فوجد عندی رجلین نائمین فقال وما شان ہذین ما شہدا معی الصلٰوۃ؟ قلت یا امیرالمؤمنین صلیا مع الناس وکان ذلک فی رمضان فلم یزالا یصلیان حتی اصبحا وصلیا الصبح وناما، فقال عمر لان اصلی الصبح فی جماعۃ احب الی من ان اصلی لیلۃ حتی اصبح۔ نذیر احمد

جامعه وابن ابی الدنیا فی التهجد و ابن خزیمة فی صحیحه والحاکم فی المستدرك وصححه والبیهقی فی سننه عن ابی امامة الباهلی واحمد والترمذی وحسنه و الحاکم والبیهقی عن بلال والطبرانی فی الکبیر عن سلمان الفارسی وابن السنی عن جابر بن عبد اللّٰه وابن عساکر عن ابی الدرداء رضی اللّٰه تعالٰی عنهم اجمعین۔

ابن ابی الدنیا نے کتاب التہجد، ابن خزیمہ نے اپنی صحیح اور حاکم نے مستدرک میں روایت کرکے صحیح کہا، اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابوامامہ باہلی سے، اور احمد اور ترمذی نے صحیح قرار دیتے ہوئے روایت کیا، حاکم اور بیہقی نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت سلمان فارسی سے۔ اور ابن سنی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے اور ابن عساکر نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے۔

تو فوتِ جماعت کا الزام تہجد کے سر رکھنا قرآن وحدیث کے خلاف ہے اگر میزان شرعِ مطہر لے کر اپنے اقوال و افعال تولے تو کھل جائے کہ یہ الزام خود اسی کے سر تھا بھلا یہ تہجد و قیلولہ وہ ہیں جو اس نے خود ایجاد کئے جب تو انھیں تفویتِ شعارِ عظیم اسلام کے لئے کیوں عذر بناتا ہے اور اگر وہ ہیں جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے قولاً وفعلاً منقول ہوئے تو بتائیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کب ایسے تہجد و قیلولہ کی طرف بلایا جن سے جماعتِ فریضہ فوت ہو، کیا قرآن وحدیث ایسے ہی تہجد کی ترغیب دیتے ہیں ؟ کیا سلف صالح نے ایسے ہی قیامِ لیل کئے ہیں ! حاشا وکلا ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

(اے اعرابی ! مجھے ڈر ہے کہ تُو کعبہ کو نہیں پہنچے گا کیونکہ جس راستہ پر تُو چل رہا ہے وہ ترکستان کو جاتا ہے)

یا ہذا سنت ادا کیا چاہتا ہے تو بروجہ سنّت ادا کر، یہ کیا کہ سنّت لیجئے اور واجب فوت کیجئے، ذرا بگوشِ ہوش سُن اگرچہ حق تلخ گزرے، وسوسہ ڈالنے والے نے تجھے یہ جھُوٹا بہانہ سکھایا کہ اسے مفتیانِ زمانہ پر پیش کرے جس کا خیال ترغیباتِ تہجد کی طرف جائے تجھے تفویتِ جماعت کی اجازت دے جس کی نظر تاکیداتِ جماعت پر جائے تجھے ترکِ تہجد کی مشورت دے کہ من ابتلی ببلیتین اختار اھو نہما (دو بلاؤں میں مبتلا شخص ان دو میں سے آسان کو اختیار کرے۔ ت) بہرحال مفتیوں سے ایک نہ ایک کے ترک کی دستاویز نقد ہے مگر حاشا خدامِ فقہ وحدیث نہ تجھے تفویت واجب کا فتوٰی دیں گے نہ عادی تہجد کو ترکِ تہجد کی ہدایت

کرکے ارشادِ حضور سیدالاسیاد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

یاعبد اللّٰہ لاتکن مثل فلان کان یقوم اللیل فترك قیام اللیل[1] رواہ الشیخان عن عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما۔

اے عبد اللہ ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو جو رات کا قیام کرتا تھا مگر اب اس نے ترک کردیا۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

کا خلاف کریں گے۔ یہ اس لئے کہ وہ بتوفیقہ عزوجل حقیقتِ امر سے آگاہ ہیں اُن کے یہاں عقلِ سلیم و نظرِ قویم دو عادل گواہ شہادت دے چکے ہیں کہ تہجد و جماعت میں تعارض نہیں اُن میں کوئی دوسرے کی تفویت کا داعی نہیں بلکہ یہ ہوائے نفس شریرہ و سوئے طرزِ تدبیر سے ناشی ہوا یاھذا اگر تو وقتِ جماعت جاگتا ہوتا اور بطلب آرام پڑا رہتا ہے جب تو صراحۃً آثم و تارکِ واجب اور اس عذرِ باطل میں مبطل و کاذب ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الجفاء کل الجفاء والکفر والنفاق من سمع منادی اللّٰہ ینادی الی الصلٰوۃ فلا یجیبہ[2] حدیث حسن قد ذکرنا تخریجہ ولفظ الطبرانی ینادی بالصلاۃ ویدعو الی الفلاح[3]

ظلم پورا ظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو نماز کی طرف بلاتا سُنے اور حاضر نہ ہو۔ یہ حدیث حسن ہے اس کی تخریج کا ذکر ہم نے پیچھے کردیا ہے۔ طبرانی کے الفاظ یُوں ہیں : "نماز کی طرف بلانے والے اور فلاح کی دعوت دینے والے کو سُنے"

اور اگر ایسا نہیں تو اپنی حالت جانچ کہ یہ فتنہ خواب کیونکر جاگا اور یہ فسادِ عجاب کہاں سے پیدا ہوا اس کی تدبیر کر۔ کیا تُو قیلولہ ایسے تنگ وقت کرتا ہے کہ وقتِ جماعت نزدیک ہوتا ہے ناچار ہوشیار نہیں ہونے پاتا' یوں ہے تو اول وقت خواب کر، اولیائے کرام قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم نے قیلولہ کے لئے خالی وقت رکھا ہے جس میں نماز و تلاوت نہیں یعنی ضحوۂ کبرٰی سے نصف النہار تک ، وہ فرماتے ہیں چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر خواب خوب ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہئے کہ پیش از زوال

---

[1] صحیح البخاری باب مایکرہ من ترک قیام اللیل الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۴

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن انس رضی اللہ عنہ " دارالفکر بیروت ۳/۴۳۹

[3] المعجم الکبیر از معاذ بن انس حدیث ۳۹۴ " مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۰/۱۸۳

وضو وغیرہ سے فارغ ہوکر وقتِ زوال کہ ابتدائے ظُہر ہے ذکر و تلاوت میں مشغول ہو۔ امام اجل شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سُہروردی رضی اللہ تعالٰی عنہ عوارف شریف میں فرماتے ہیں:

النوم بعد الفراغ من صلاۃ الضحٰی و بعد الفراغ من اعداد اخر من الرکعات حسن قال سفیٰن کان یعجبھم اذا افرغوا ان ینامواطلبا للسلامۃ وھذا النوم فیہ فوائد منھا انہ یعین علی قیام اللیل (الی قولہ قدس سرہ) وینبغی ان یکون انتباھہ من نوم النھار قبل الزوال بساعۃ حتی یتمکن من الوضوء والطھارۃ قبل الاستواء بحیث یکون وقت الاستواء مستقبل قبلۃ ذاکرا او مسبحا او تالیا الخ[1]

نمازِ چاشت سے فراغت کے بعد اور اس کے بعد کی مقررہ تعداد کی رکعتیں ادا کرکے سونا اچھا اور مناسب ہے۔ سفیان ثوری نے فرمایا کہ صوفیہ کرام جب نماز و اوراد سے فارغ ہوجاتے تو سلامتی اور عافیت کے لئے سونے کو پسند کرتے تھے اور اس (دوپہر سے قبل) سونے میں متعدد فوائد ہیں ان میں سے ایک رات کے قیام (شب بیداری) میں مدد ملتی ہے۔ (آگے چل کر شیخ قدس سرہٗ نے) فرمایا: طالبِ حقیقت کو چاہئے کہ زوال سے کچھ وقت پہلے نیند سے بیدار ہوجائے تاکہ استواء سے پہلے وضو اور طہارت سے فارغ ہوکر استواء کے وقت (جو ابتدائے ظہر ہے) قبلہ رُخ ہوکر ذکر یا تسبیح یا تلاوت میں مصروف ہوجائے الخ (ت)

ظاہر ہے کہ جو پیش از زوال بیدار ہولیا اس سے فوتِ جماعت کے کوئی معنی ہی نہیں۔ کیا اس وقت سونے میں تجھے کچھ عذر ہے، اچھا ٹھیک دوپہر کو سو مگر نہ اتنا کہ وقتِ جماعت آجائے، ایک ساعت قلیلہ قیلولہ بس ہے، اگر طولِ خواب سے خوف کرتا ہے تکیہ نہ رکھ بچھونا نہ بچھا کہ بے تکیہ و بے بستر سونا بھی مسنون ہے، سوتے وقت دل کو خیالِ جماعت سے خوب متعلق رکھ کہ فکر کی نیند غافل نہیں ہوتی، کھانا حتی الامکان علی الصباح کھا کہ وقتِ نوم تک بخاراتِ طعام فرو ہولیں اور طولِ منام کے باعث نہ ہوں، سب سے بہتر علاج تقلیلِ غذا ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما ملأ اٰدمی وعاءً شرًا من بطنہ بحسب ابن اٰدم اکلاتٌ یقمن صلبہ فان کان لامحالۃ فثلث لطعامہ وثلث

آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے بدتر نہ بھرا آدمی کو بہت ہیں چند لقمے جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھیں اور اگر یوں نہ گزرے تو تہائی پیٹ کھانے کے لئے تہائی

---

[1] عوارف المعارف ملحق احیاء العلوم الباب الخمسون فی ذکر العمل فی جمیع النہار مطبوعہ مطبع المشہد الحسینی قاہرہ مصر ص ۱۹۵

لشرابه وثلث لنفسه[1]۔ رواه الترمذی وحسنه وابن ماجة وابن حبان عن المقدام بن معدیکرب رضی الله تعالٰی عنه۔

پانی تہائی سانس کو رکھے۔ اسے ترمذی نے روایت کرکے حسن کہا۔ ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

پیٹ بھر کر قیام لیل کا شوق رکھنا بانجھ سے بچہ مانگنا ہے، جو بہت کھائے گا بہت پیئے گا، جو بہت پیئے گا بہت سوئے گا، جو بہت سوئے گا آپ ہی یہ خیرات و برکات کھوئے گا۔

استغفر الله من قول بلا عمل
لقد نسبت به نسلا لذی عقم

(میں اللہ تعالٰی سے بلا عمل قول سے توبہ کرتا ہوں، تحقیق بانجھ عورت کو بچے کے ساتھ نسل کے اعتبار سے منسوب کیا گیا ہے)

ولہذا حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان کثرة الاکل شؤم[2]۔ رواه البیهقی فی شعب الایمان عن ام المؤمنین رضی الله تعالٰی عنها۔

بیشک بہت کھانا منحوس ہے۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

یُوں بھی نہ گزرے تو قیام لیل میں تخفیف کر دو رکعتیں خفیف و تام بعد نماز عشاء ذرا سونے کے بعد شب میں کسی وقت پڑھنی اگرچہ آدھی رات سے پہلے ادائے تہجد کو بس ہیں، مثلاً نو بجے عشا پڑھ کر سو رہا دس بجے اُٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں تہجد ہوگیا، حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یحسب احدکم اذا قام من اللیل یصلی حتی یصبح انه قد تهجد انما التهجد المرء یصلی الصلٰوة بعد رقدة[3]۔ رواه الطبرانی عن الحجاج بن عمرو رضی الله تعالٰی

تم میں کسی کا یہ گمان ہے کہ رات کو اُٹھ کر صبح تک نماز پڑھے جبھی تہجد ہو تہجد صرف اس کا نام ہے کہ آدمی ذرا سو کر نماز پڑھے۔ اس کو طبرانی نے حجاج بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند حسن ان شاء اللہ

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیة کثرة الاکل مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ٢/ ٦٠
[2] شعب الایمان الفصل الثانی فی کثرة الاکل حدیث ٥٦٦١ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ٥/ ٣٢
[3] المعجم الکبیر مروی از حجاج بن عمرو حدیث ٣٢١٦ ؍؍ مکتبہ فیصلیہ بیروت ٣/ ٢٢٥

عنہ بسند حسن انؔ شاء اللہ تعالیٰ۔

تعالیٰ سے روایت کیا ہے۔

۶ سوتے وقت اللہ عزوجل سے توفیق جماعت کی دعا اور اُس پر سچا توکل مولیٰ تبارک وتعالیٰ جب تیرا حسنِ نیت وصدق عزیمت دیکھے گا ضرور تیری مدد فرمائے گا۔ من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ[1] (جو اللہ تعالیٰ پر توکل وبھروسہ کرتا ہے اس کے لئے اللہ کافی ہے۔ ت) عوارف شریف میں ہے:

لتغییر العادۃ فی الوسادۃ والغطاء والوطاء تاثیر فی ذلک ومن ترک شیئا من ذلک واللہ عالم بنیتہ وعزیمتہ یثیبہ علی ذلک بتیسیر مارام[2]۔

کیونکہ تکیہ، بچھونے اور لحاف وغیرہ میں عادت کو بدل دینا یعنی ان کو ترک کردینا اس سلسلہ میں بہت مؤثر ہے اور جو ان اشیاء میں سے کسی کو ترک کردے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت وارادہ کو دیکھتے ہوئے اس کے مقصد میں سہولت پیدا فرمادیتا ہے یعنی کم خوابی کے آداب اس کو میسر آجاتے ہیں (ت)

۷ اپنے اہلِ خانہ وغیرہم سے کسی معتمد کو متعین کرکے وقتِ جماعت سے پہلے جگادے

کما وکل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلالا رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیلۃ التعریس۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیدار کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی (ت)

ان ساتوں تدبیروں کے بعد کسی وقت سوئے ان شاء اللہ تعالیٰ فوتِ جماعت سے محفوظ ہوگا اور اگر شاید اتفاق سے کسی دن آنکھ نہ بھی کھلی اور جگانے والا بھی بھول گیا یا سو رہا کما وقع لسیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ

ع علق بالمشیۃ لان فیہ ابن لھیعۃ والکلام فیہ معروف والاصوب فیہ عندی ان حدیثہ حسن ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ (م)

مشیت باری تعالیٰ کے ساتھ معلق کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابن لہیعہ ہیں اور ان میں کلام معروف ہے اور اس کے بارے میں میری رائے میں یوں کہنا چاہئے اس کی حدیث ان شاء اللہ تعالیٰ حسن ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن ۶۵/ ۳

[2] عوارف المعارف ملحق احیاء العلوم الباب السادس والاربعون الخ مطبوعہ مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ مصر ص ۱۸۴

عنہ (جیسا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ واقعہ ہوا۔ ت) تو یہ اتفاقی عذر مسموع ہوگا اور امید ہے کہ صدقِ نیت وحُسنِ تدبیر پر ثوابِ جماعت پائے گا و باللہ التوفیق۔

کیا تیری مسجد میں بہت اول وقت جماعت کرتے ہیں کہ دوپہر سے اُس تک سونے کا وقفہ نہیں جب تو سب وقتوں سے چھُوٹ گیا سوکر پڑھی یا پڑھ کر سوئے بات تو ایک ہی ہے جماعت پڑھ ہی کر سوئے کہ خوف فوت اصلاً نہ رہے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم روزِ جمعہ کیا کرتے تھے

الشیخان عن سھل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ماکنا نقیل ولا نتغذی الا بعد الجمعۃ[1]، وفی لفظ للبخاری کنا نصلی مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجمعۃ ثم تکون القائلۃ[2]، وعندہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کنا نبکر الی الجمعۃ ثم نقیل[3]۔

بخاری ومسلم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے اور کھانا کھاتے تھے، دوسری حدیث میں الفاظِ بخاری یہ ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کرتے پھر قیلولہ ہوتا تھا، اور بخاری میں ہی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ ہم نمازِ جمعہ کی طرف جلدی جاتے تھے پھر قیلولہ کرتے تھے (ت)

غرض یہ تین صورتیں ہیں پیش از زوال سونا اٹھنا بعد جماعت سونا ان میں کوئی خدشہ ہی نہیں، اور تیسری صورت میں وہ سات تدبیریں ہیں رب عزوجل سے ڈرے اور بصدقِ عزیمت ان پر عمل کرے پھر دیکھیں کیونکر تہجد تفویتِ جماعت کا موجب ہوتا ہے، بالجملہ نہ ماہ نیم ماہ کہ مہرِ نیمروز کی طرح روشن ہوا کہ عذر مذکور یکسر مدفوع ومحض نامسموع، جماعت وتہجد میں اصلاً تعارض نہیں کہ ایک کا حفظ دوسرے کے ترک کی دستاویز کیجئے اور بوجہ تعذرِ جمع راہ ترجیح لیجئے ھذا ھو حق الجواب واللہ الھادی الی سبیل الصواب (اور یہی حق جواب ہے اور اللہ تعالٰی ہی راہِ صواب کی طرف ہادی ہے۔ ت)

باینہمہ اگر اس تقدیرِ ضائع وفرضِ خلافِ واقع کا مان لینا ہی ضرور تو جماعتِ اولٰی پر تہجد کی ترجیح محض باطل ومہجور اگر حسبِ تصریح عامہ کتب تہجد مستحب وحسبِ اختیار جمہور مشائخ جماعت واجب مانئے جب تو ظاہر کہ واجب ومستحب کی کیا برابری، نہ کہ اس کو اُس پر تفضیل وبرتری، اور اگر تہجد میں اعلی الاقوال کی طرف ترقی

---

[1] صحیح البخاری باب قول اللہ عزوجل فاذا قضیت الصلوٰۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۸

[2] 〃 〃 القائلۃ بعد الجمعہ 〃 〃 〃 〃 〃

[3] 〃 〃 قول اللہ عزوجل فاذا قضیت الصلوٰۃ الخ 〃 〃 〃 〃 〃

اور جماعت میں ادنی الاحوال کی جانب تنزل کرکے دونوں کو سنّت ہی مانئے تاہم تہجد کو جماعت سے کچھ نسبت نہیں جماعت برتقدیرِ سنیت بھی تمام سنن حتی کہ سنّت فجر سے بھی اہم وآکد واعظم ہے ولہذا اگر امام کو نمازِ فجر میں پائے اور سمجھے کہ سُنتیں پڑھے گا تو تشہد بھی نہ ملے گا تو بالاجماع سُنتیں ترک کرکے جماعت میں مل جائے والمسئلۃ منصوص علیہا فی کتب المذھب کافۃ (اس مسئلہ پر تمام کتبِ مذہب میں نص موجود ہے۔ ت)

طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں زیرِ قول مصنف الجماعۃ سنۃ فی الاصح (اصح قول کے مطابق جماعت سنّت ہے۔ ت) فرمایا:

وفی البدائع عامۃ المشائخ علی الوجوب وبہ جزم فی التحفۃ وغیرھا وفی جامع الفقہ اعدل الاقوال واقواھا الوجوب (الی ان قال) وعلی القول بانہا سنۃ ھی اٰکد من سنۃ الفجر۔[1]

بدائع میں ہے کہ عامہ مشائخ کے نزدیک جماعت واجب ہے۔ اسی پر تحفہ وغیرہا میں جزم ہے اور جامع الفقہ میں ہے سب سے معتدل اور مضبوط قول وجوب کا ہے (آگے چل کر کہا) جن کے قول پر جماعت سنت ہے ان کے نزدیک یہ سنتِ فجر سے زیادہ مؤکد ہے۔ (ت)

ردالمحتار باب النوافل میں ہے:

لیس لہ ترک صلاۃ الجماعۃ لانہا من الشعائر فہی اٰکد من سنۃ الفجر ولذا یترکہا لوخاف فوت الجماعۃ۔[2]

عالمِ دین کے لئے باجماعت نماز کا ترک جائز نہیں کیونکہ یہ شعائرِ اسلام میں سے ہے اور اس میں فجر کی سنتوں سے زیادہ تاکید ہے یہی وجہ ہے کہ جماعت کے نہ ملنے کا خوف ہو تو سُنن فجر کو ترک کیا جاسکتا ہے (ت)

اور سنّتِ فجر بالاتفاق بقیہ تمام سُنن سے افضل، ولہذا بصورتِ فوت مع الفریضہ بعد وقت قبل زوال اُن کی قضا کا حکم ہے بخلاف سائر سُنن کہ وقت کے بعد کسی کی قضا نہیں، ولہذا بلاعذر جمیع سنّتِ فجر کو بیٹھ کر پڑھنا ناجائز بخلاف دیگر سنن کہ بے عذر بھی روا اگرچہ ثواب آدھا، ولہذا صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کہ قائل سنیتِ وتر ہوئے سنّتِ فجر کو اُس سے آکد ماننے کی طرف گئے، درمختار میں ہے:

السنن اٰکدھا سنۃ الفجر اتفاقا وقیل بوجوبہا فلا تجوز صلاتہا

وہ سنن جن پر سب سے زیادہ تاکید ہے وہ بالاتفاق فجر کی سنتیں ہیں، بعض نے انھیں واجب

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الامامۃ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۵۶

[2] ردالمحتار باب الوتر والنوافل ،، مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۴۹۹

قاعدا بلا عذر على الاصح ولا يجوز تركها لعالم صار مرجعا فى الفتاوى بخلاف باقى السنن و تقضى اذا فاتت معه بخلاف الباقى[1] اھ ملخصا

قرار دیا ہے لہذا اصح قول کے مطابق بغیر عذر کے ان کو بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہ ہوگا اور اس عالم کے لئے بھی ان کا ترک جائز نہیں جو فتوٰی جات کے لئے مرجع بن چکا ہو یعنی فتوٰی نویسی سے فراغت نہ ملتی ہو بخلاف باقی سنن کے، یعنی باقی سنن کو لوگوں کی حاجت فتوٰی کے پیش نظر چھوڑ سکتا ہے اور یہ سنن فرائض کے ساتھ اگر فوت ہو جائیں تو انکی قضا ہے جبکہ باقی سنن کی قضا نہیں اھ تلخیصاً (ت)

بحر الرائق میں ہے:

سنة الفجر اقوى السنن باتفاق الروايات لما فى الصحيحين عن عائشة رضى الله تعالٰى عنها قالت لم يكن النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم على شئ من النوافل اشد تعاهدا منه على ركعتى الفجر[2]

فجر کی سنتیں بالاتفاق باقی تمام سنن سے اقوٰی ہیں جیسا کہ بخاری و مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث سے ثابت ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نوافل میں سب سے زیادہ حفاظت فجر کی سنتوں کی فرماتے تھے (ت)

اُسی میں خلاصہ سے ہے:

اجمعوا على ان ركعتى الفجر قاعدا من غير عذر لا تجوز كذا روى الحسن عن ابى حنيفة[3]

تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ بغیر عذر کے فجر کی سنتیں بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہیں جیسا کہ حسن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے (ت)

اُسی میں قنیہ سے ہے:

اذا لم يسع وقت الفجر الا الوتر والفجر، او السنة والفجر فانه يوتر و يترك السنة عند ابى حنيفة و عندهما السنة اولى من الوتر[4]

جب وقت فجر میں وتر و فجر یا سنن و فجر کی ادائیگی کے سوا گنجائش نہ رہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک وتر ادا کر لئے جائیں اور سنتیں ترک کر دی جائیں اور صاحبین کے ہاں سنتوں کی ادائیگی وتر کی ادائیگی سے افضل ہے۔ (ت)

---

[1] در مختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۹۵

[2] بحر الرائق 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۷

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/ ۴۸

پھر مذہب اصح پر سنت قبلیہ ظہر بقیہ سنن سے آکد ہیں

صححه المحسن واستحسنه المحقق فی الفتح فقال وقد احسن لان نقل المواظبة الصریحة علیها اقوی من نقل مواظبته صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم علی غیرها من غیر رکعتی الفجر[1] اھ وکذا صححه فی الدرایة والعنایة والنهایة وکذا ذکر تصحیحه العلامة نوح کما فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح وکذا صححه فی البحر عن القنیة وعلله بورود الوعید وتبعه فی الدر۔

محسن نے اس کو صحیح اور محقق نے فتح میں اس کو مستحسن قرار دیا اور کہا انھوں نے اچھا کیا کیونکہ فجر کی سنتوں کے علاوہ سننِ ظہر پر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جو مواظبتِ صریحہ منقول ہے وہ دیگر نوافل کی مواظبت منقولہ سے زیادہ اقوی ہے اھ اور اسی طرح اسے درایہ، عنایہ اور نہایہ میں صحیح کہا اور اسی طرح علامہ نوح نے اس کی تصحیح ذکر کی جیسا کہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں مذکور ہے۔ بحر میں قنیہ کے حوالے سے صحیح کہا اور اس کی علت یہ بیان کی کہ ان کے ترک پر وعید وارد ہے اور اس کی اتباع درمختار نے کی ہے۔ (ت)

اور امام شمس الائمہ حلوانی کے نزدیک سنتِ فجر کے بعد افضل وآکد رکعتیں مغرب ہیں پھر رکعتیں ظہر پھر رکعتیں عشا پھر قبلیہ ظہر کما فی الفتح وغیرہ۔

قلت وعلیه مشی فی الهندیة عن تبیین الحقائق الامام الزیلعی فقال اقوی السنن رکعتا الفجر ثم سنة المغرب ثم التی بعد الظهر ثم التی بعد العشاء ثم التی قبل الظهر[2] (ملخصا)۔

قلت (میں کہتا ہوں) ہندیہ میں امام زیلعی کی تبیین الحقائق کے حوالے سے یہی بات بیان کرتے ہوئے کہا سب سے قوی اور مؤکد فجر کی سنتیں پھر سنتِ مغرب پھر بعدیۂ ظہر پھر بعدیۂ عشا پھر قبلیۂ ظہر (ملخصاً) (ت)

پھر شک نہیں کہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک سب سنن رواتب تہجد سے اہم وآکد ہیں۔

اقول وکیف لا وقد ثبت استنانها مؤکدا من دون تردد بخلاف التهجد فان

اقول (میں کہتا ہوں) یہ کیسے نہ ہو حالانکہ ان سنن رواتب کا مؤکد ہونا بغیر کسی تردد کے ثابت ہے

---

[1] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۳

[2] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبعۃ کبرٰی امیریہ بولاق مصر ۱/۱۷۲

جمهور العلماء يعدونه من المندوبات حتى جاء المحقق ابن الهمام فبحث بحثا ولم يقطع قولا فتردد فی ندبه و استنانه مع التنصيص بان الادلة القولية انما تفيد الندب، ثم بحث تلميذه المحقق ابن امير الحاج اشبهية سنيته على ما فيه من نزاع طويل ولولا غرابة المقام و مخافة الطويل لاتينا بما فيه من قال وقيل۔

بخلاف تہجد کے کیونکہ جمہور علماء اسے (یعنی تہجد کو) مندوبات میں شمار کرتے ہیں حتی کہ محقق ابن ہمام جب اس مسئلہ پر پہنچے تو انہوں نے خوب بحث کی لیکن وہ بھی اس بارے میں کوئی قطعی قول نہ کرسکے اور اس کے مندوب و مسنون ہونے میں متردد ہوئے، باوجود اس تنصیص کے کہ ادلّہ قولیہ اس کے مندوب ہونے کو ظاہر کرتی ہیں، پھر ان کے شاگرد محقق ابن امیر الحاج نے اس کے سنّت ہونے کو اشبہ و مختار کیا۔ علاوہ ازیں اس میں طویل نزاع کو ذکر کیا ہے اگر غرابتِ مقام اور طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم وہ تمام گفتگو یہاں ذکر کردیتے۔ (ت)

ولہذا ہمارے علماء سنن رواتب کی نسبت فرماتے ہیں:

انها لتاكدها اشبهت الفريضة[1] كما فی الدر۔

یہ سنن رواتب تاکید کی بنا پر فرائض کے مشابہ ہیں جیسا کہ دُر میں ہے۔ (ت)

اور یہی مذہب جمہور و مشرب منصور ہے

وان خالفهم الامام ابو اسحاق المروزی من الشافعية فقال بتفضيل التهجد مطلقا و تبعه الامام الاجل ابو زكريا النووی الشافعی فی المنهاج مستدلا بما لا حجة له فيه عند التدقيق كما بيناه[عہ] فی

اگرچہ امام ابو اسحاق شافعی مروزی نے ہمارے اصحاب کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ تہجد ہر حال میں سنن رواتب سے افضل ہے، امام اجل ابو زکریا نووی شافعی نے منہاج میں ایسی دلیل دیتے ہوئے ان کی اتباع کی کہ جو تحقیق و تدقیق کے بعد حجت نہیں بن سکتی جیسا کہ ہم نے

[عہ] اخرجه الائمة احمد و مسلم و للاربعة عن ابی هريرة و محمد بن هارون الرويانی فی مسنده و الطبرانی

اسے امام احمد، امام مسلم اور دیگر چاروں محدثین ائمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور شیخ محمد بن ہارون رویانی نے اپنی مسند اور

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۵

(باقی بر صفحہ آئندہ)

بعض تعلیقاتنا وقد علمت مذهب اصحابنا

اپنے بعض حواشی میں اسے بیان کیا ہے اور آپ جانتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی الکبیر عن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہما قالا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الصلٰوۃ بعد المکتوبات صلاۃ فی جوف اللیل[1] فحملہ ابو اسحٰق المروزی و من وافقہ علی ظاہرہ فقالوا ان صلٰوۃ اللیل افضل من السنن الراتبۃ قال الامام النووی وقال اکثر اصحابنا الرواتب افضل لانہا تشبہ الفرائض قال والاول اقوی واوفق للحدیث[2] اھ وتبعہ العلامۃ میرك فقال فیہ حجۃ لابی اسحٰق المروزی من شافعیۃ علی ان صلاۃ اللیل افضل من الرواتب وقال اکثر العلماء ان الرواتب افضل و الاول اقوی لنص ھذا الحدیث قال وقد یجاب بان معناہ من افضل الصلاۃ وھو خلاف سیاق الحدیث[3] اھ اما موافقوا الجمہور فاولوہ بان المراد الفرائض وتوابعہا ای کان الرواتب لشدۃ التصاقہا بالمکتوبات و شبہھا بہا دخلت فی قولہ صلی اللہ

طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت جندب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا، دونوں صحابی کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: فرائض کے بعد سب سے افضل نماز رات کے درمیانی حصہ کی نماز ہے۔ امام ابو اسحاق مروزی اور ان کے ساتھ موافقت رکھنے والے علماء نے اسے اپنے ظاہری معنی پر محمول کرتے ہوئے کہا کہ رات کی نماز سنن راتبہ سے افضل ہے۔ امام نووی نے کہا کہ ہمارے اکثر علماء نے فرمایا کہ سنن راتبہ افضل ہیں کیونکہ وہ فرائض کے مشابہ ہیں اور فرمایا پہلا قول اقوی اور حدیث کے زیادہ موافق ہے اھ علامہ میرک نے اسی کا اتباع کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث امام ابو اسحاق مروزی شافعی کی اس بات پر دلیل ہے کہ رات کی نماز سنن راتبہ سے افضل ہے اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ سنن مؤکدہ افضل ہیں۔ مگر پہلا قول اس نص حدیث کی وجہ سے قوی ہے، اور کہا کہ بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رات کی نماز افضل نمازوں میں سے ہے، اور یہ سیاقِ حدیث کے خلاف ہے اھ بہرحال جو جمہور کی موافقت کرنے والے ہیں وہ اس کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ یہاں اس سے مراد فرائض اور ان کے توابع دونوں ہیں یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(باقی برصفحہ آیندہ)

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصوم ۱/۳۶۸ [2] شرح صحیح مسلم للنووی ۱/۳۶۹ [3] مرقات المفاتیح بحوالہ علامہ میرک ۳/۳۱۱

واجماعهم على ان الاقوى

ہیں کہ ہمارے اصحاب کا مذہب اور اجماع اس بات پر ہے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تعالٰی علیه وسلم بعد المکتوبة قال المولٰی علی القاری فی المرقاة افضل الصلٰوة بعد المفروضة ای توابعها من السنن المؤکدة[1] اھ وقال المناوی فی تیسیرای ولواحقها من الرواتب ونحوها من کل نفل یسن جماعة اذهی افضل من مطلق النفل علی الاصح[2] اھ ومثلها فی السراج المنیر للعزیزی وقال محمد الحفنی فی تعلیقاته علی الجامع الصغیر ای النفل المطلق فی اللیل افضل منه فی النهار والافالراتبة فی النهار افضل من التهجد[3] اھ وابدی القاری جوابین اخرین، فقال وقد یقال التهجد افضل من حیث زیادة مشقته علی النفس وبعدہ عن الریاء والرواتب افضل من حیث الاکدیة فی المتابعة للمفروضة فلامنافاة[4] ای ان التهجد له هذا الفضل الجزئی علی الرواتب فلاینافی فضلها الکلی قال اویقال صلاة اللیل افضل لاشتمالها

کے ارشادِ گرامی "فرائض کے بعد" کے تحت سنن راتبہ بھی داخل ہیں کیونکہ سنن مؤکدہ کا فرائض کے ساتھ شدید اتصال اور مشابہت ہے۔ ملا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں افضل الصلاۃ بعد المفروضۃ یعنی بعد سنن مؤکدہ کے اھ مناوی تیسیر میں لکھتے ہیں اور یعنی فرائض سے ان کے لواحق (سنن مؤکدہ) اور وہ نوافل جن کی جماعت سنت ہے تمام مراد ہیں کیونکہ اصح قول کے مطابق وہ مطلق نفل سے افضل ہیں اھ یہی بات عزیزی کی سراج منیر میں ہے۔ محمد حفنی اپنی تعلیقات علی الجامع الصغیر میں لکھتے ہیں رات کے نوافل مطلقاً دن کے نوافل سے افضل ہیں ورنہ سنن راتبہ جو دن میں ہیں وہ تہجد سے افضل ہیں اھ اور ملا علی قاری نے دو جواب اور دئے اور کہا کبھی یوں کہا جاتا ہے کہ تہجد نفس پر زیادہ مشقت اور ریا سے دوری کی وجہ سے افضل ہے اور سنن جو فرائض کے ساتھ ہیں وہ فرائض کی متابعت میں زیادہ مؤکد ہیں وہ اس اعتبار سے افضل ہیں لہٰذا ان میں کوئی منافات نہیں ہے اھ یعنی اگر تہجد کو سننِ مؤکدہ پر یہ فضیلت جزئی حاصل ہے تو یہ ان کی فضیلتِ کُلی کے منافی نہیں ہے۔ فرمایا یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ رات کی نماز (تہجد) افضل اس

(باقی اگلے صفحے پر)

---

[1] مرقات المفاتیح حدیث ۱۲۳۶ ۳/ ۳۱۱ [2] التیسیر مطبوعہ الریاض ۱/ ۱۸۵ [3] تعلیقات الحفنی علی السراج المنیر مصر ۱/ ۲۴۴
[4] " " " "

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

علی الوتر الذی هو من الواجبات[1] اھ **اقول** هذا لا یصلح بیانا لمعنی کلام الشارع صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذ لا واجب عنده انما ثمه طلب جازم فافتراض او غیر جازم فندب کما حققه المحقق حیث اطلق فی الفتح فان کان الوتر عنده واجبا دخل فی ثنیا المکتوبة ولو ترك قوله الذی هو من الواجبات وهی الکلام علی استثناء الوتر کما هو مذهب الصاحبین لم یتجه ایضا لان سنة الفجر افضل من الوتر علی قولهما کما سمعت **اقول** وظهر للعبد الضعیف جواب حسن احسن من کل ما سبق وهو ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لم یقل ان التهجد افضل الصلوة بعد المکتوبات حتی یکون دلیلا لمن شذ انما قال صلوٰة اللیل فان ثبت ان صلاة اللیل تشتمل علی نافلة غیر التهجد هی افضل النوافل مطلقا حتی رواتب سقط

لئے ہے کہ وہ وتر پر مشتمل ہے جو کہ واجبات سے ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ بیان کلام شارع کے معنی کا بیان بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ اس کے ہاں کوئی واجب نہیں ہے وہاں تو طلب جازم ہو تو افتراض ہے اگر جازم نہ ہو تو ندب ہے جیسا کہ فتح میں محقق نے تحقیق کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے۔ اگر شارع کے ہاں وتر واجب ہوتا تو وہ فرض میں شامل ہوتا اور اگر ملا علی قاری کے قول الذی ھو من الواجبات کو چھوڑ دیا جائے یعنی ان کے کلام میں وتر کو استثنان پر محمول کیا جائے جیسا کہ صاحبین کا مذہب ہے تو بھی درست نہیں کیونکہ آپ سن چکے کہ ان کے قول کے مطابق فجر کی سنتیں وتر سے افضل ہیں **اقول** (میں کہتا ہوں) اس عبد ضعیف کے لئے ایک ایسا جواب ظاہر ہوا ہے جو مذکورہ تمام جوابات سے احسن ہے وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تہجد فرائض کے بعد افضل صلوٰۃ ہے، حتی کہ یہ مخالفین جمہور کی دلیل بنے، بلکہ آپ نے صلوٰۃ اللیل (رات کی نماز) فرمایا ہے اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ رات کی نماز تہجد کے علاوہ دیگر نوافل پر بھی مشتمل ہے جو کہ مطلق نوافل حتی کہ سنن مؤکدہ سے بھی افضل ہو تو پھر اس حدیث سے

---

[1] مرقاۃ المفاتیح حدیث ۱۲۳۶ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۳۱۲

(باقی برصفحہ آئندہ)

فلاعليك من جنوح الفاضل ميرك وبالله التوفيق تعالى وتبارك۔

ہیں اور فاضل میرک کی بحث وگفتگو قابل توجہ نہیں وباللہ التوفیق تعالیٰ وتبارک۔ (ت)

تو تہجد جماعت کے کمتر از کمتر سے کمتر پانچویں درجہ میں واقع ہے سب سے آکد جماعت[۱] پھر سنّتِ فجر[۲] پھر قبلیۂ ظہر[۳] پھر باقی رواتب[۴] پھر تہجد وغیرہ[۵] سنن ونوافل، اور دوسرے قول پر تو کہیں ساتویں درجے میں جا کر پڑے گا کہ سب سے اقوی جماعت[۱] پھر سنّتِ فجر[۲] پھر سنتِ مغرب[۳] پھر بعدیۂ ظہر[۴] پھر بعدیۂ عشا[۵] پھر قبلیۂ ظہر[۶] پھر تہجد وغیرہا۔ پس تہجد کو سنت ٹھہرا کر بھی جماعت سے افضل کیا، برابر کہنے کی بھی اصلاً کوئی راہ نہیں، نہ کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الاحتجاج به وهو ثابت بحمد الله تعالٰى بحديث الصحيحين عن ام المؤمنين الصديقة رضى الله تعالٰى عنها قالت كان النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم يصلى من الليل ثلث عشرة ركعة منها الوتر وركعتا الفجر[۱] فهذه ام المؤمنين وامام الفقهاء والمحدثين وغرة العرب العرباء الافصحين رضى الله تعالٰى عنها قد عدت سنة الفجر من صلاة الليل فهذه هى النافلة التى تفوق الصلوات كلها بعد المكتوبة فبالاشتمال عليها فضلت صلٰوة الليل على صلاة النهار بالاطلاق فهذا الجواب القاطع بحمد الله تعالٰى ثم لاغرو من الامام الاجل النووى انما العجب من العلامة ميرك كيف تبعه وخالف اجماع ائمة مذهبه على ان سنة الفجر اكد النوافل مطلقا وبالله التوفيق ۱۲ منہ (م)

استدلال ساقط ہوجائیگا اور یہ بات بحمداللہ تعالیٰ بخاری ومسلم کی اس حدیث سے ثابت ہے جو ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت پڑھتے تھے ان میں وتر اور فجر کی سنتیں بھی ہوتی تھیں۔ یاد رہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المؤمنین، امام الفقہاء، والمحدثین اور سرتاجِ فصحاء وبلغاء ہیں انھوں نے سننِ فجر کو رات کی نماز میں شمار فرمایا ہے پس یہ نوافل فرائض کے بعد تمام نمازوں پر افضل ٹھہرے، چونکہ یہ نوافل صلوٰۃ اللیل پر بھی مشتمل ہیں اس لئے رات کی نماز دن کی ہر نماز سے افضل قرار پائی۔ بحمداللہ تعالیٰ یہ قاطع جواب ہے۔ پھر امام نووی پر تو کوئی افسوس نہیں تعجب تو علامہ میرک پر ہے کہ انھوں نے امام نووی کی اتباع کرتے ہوئے اپنے ائمہ مذہب کے خلاف بات کیوں کہی حالانکہ ائمہ مذہب کا اتفاق ہے کہ سننِ فجر مطلقاً نوافل سے مؤکد ہیں خواہ رات کے ہوں یا دن کے، وباللہ التوفیق ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] صحیح البخاری کتاب التہجد باب کیف صلوٰۃ اللیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۳

مستحب مان کر، اگر کہئے یہاں کلام جماعتِ اولیٰ میں ہے کہ سوال میں اُس کی تصریح موجود اور واجب یا اُس اعلیٰ درجہ کی مؤکد مطلق جماعت ہے نہ خاص جماعتِ اولیٰ بلکہ وہ صرف افضل و اولیٰ اور فضل تہجد اُس سے اعظم و اعلیٰ تو حفظ تہجد کے لئے ترک اولیٰ جائز و روا اگرچہ افضل اتیان و ادا۔

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی مدد سے کہتا ہوں۔ ت) قطع نظر اس سے کہ جب تعارض مسلّم اور فضلِ تہجد آکد و اعظم تو حفظِ تہجد کو ترک اُولیٰ نہ ترک اَولیٰ، بلکہ ترک ہی اَولیٰ کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) یہ تاصیل و تفریع سراسر بے اصل و احداث شنیع کہ نہ احادیث حضور پُرنور سید الانام علیہ وعلیٰ آلہ الصلٰوۃ والسلام اُس کے مساعد، نہ کلمات و روایاتِ علمائے کرام و فقہائے عظام مؤید و شاہد، اگر ایسا ہو تو بے عذر فوت تہجد وغیرہ بھلے چنگے بیٹھے بٹھائے بھی جماعتِ اولیٰ قصداً فوت کردینا جائز و روا ہو جبکہ ایک آدمی اپنے ساتھ جماعت کے لئے حاضر و مہیا ہو کہ آخر کچھ گناہ نہ کیا صرف ایک اولویت ترک کی جس میں حکم کراہت بھی نہیں، معاذ اللہ مسلمان اگر اس پر عمل کریں تو امرِ جماعت میں کس قدر تفرقہ شنیعہ واقع ہوتا ہے وجوب جان کر ترک پر سخت سخت وعیدیں سُن کر تو بہت لوگ کسل و کاہلی کر جاتے ہیں کاش یہ سُن پائیں کہ جماعتِ اولیٰ کی حاضری شرعاً کچھ ضرور نہیں ایک بہتر بات ہے کی کی نہ کی، تو ابھی جو رہا سہا انتظام ہے سب درہم برہم ہوا جاتا ہے، لوگ مزے سے اذان سُنیں اور اپنے لہو و لعب میں مشغول رہیں کہ جلدی کیا ہے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ بنالیں گے، کیا ایسی ہی متفرق بے نظم جماعتوں کی طرف حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بلایا، کیا انھیں کے ترک پر سخت سخت جگر شگاف وعیدوں کا حکم سنایا! حاش للہ ثم حاش للہ! ذرا نگاہِ انصاف درکار کہ یہ قصداً تفریقِ جماعت و تقلیلِ حضار کس قدر مقاصدِ شرع سے دُور اور نورانیتِ حق و صواب سے بعید و مہجور ہے نہیں نہیں بلکہ یقیناً وجوب و تاکدِ مذکور خاص جماعتِ اولیٰ کے لئے منظور اور وہی صدرِ اول سے معہود، اور وہی احادیثِ وعید علی الترک میں مقصود، اور زنہار زنہار ہرگز جائز نہیں کہ بے عذرِ مقبول شرعی جماعتِ ثانیہ کے بھروسے پر جماعت اولیٰ قصداً چھوڑ دیجئے اور داعی الٰہی کی اجابت نہ کیجئے، جماعتِ ثانیہ کی تشریع اس غرض سے ہے کہ احیاناً بعض مسلمین کسی عذرِ صحیح مثل مدافعتِ اخبثین یا حاجتِ طعام وغیرہا کے باعث جماعتِ اُولیٰ سے رہ جائیں وہ برکتِ جماعت سے مطلقاً محرومی نہ پائیں بے اعلان[ع] و تداعی محراب سے جدا ایک گوشے میں جماعت کرلیں نہ کہ اذان ہوتی رہے داعی الٰہی پکارا کرے جماعتِ اُولیٰ ہوا کیے (یہ) مزے سے گھر میں بیٹھے باتیں بنائیں یا پاؤں پھیلا کر آرام فرمائیں کہ عجلت کیا ہے ہم اور کرلیں گے یہ قطعاً یقیناً بدعتِ سیئہ شنیعہ ہے۔

[ع] اعلان و تداعی معروف شرعی کہ نماز کے لئے مقرر ہے یعنی اذان ۱۲ منہ (م)

ھذا مما لا یشك فیه من دخل بستان الفقه فشم عرفا لانوارہ الفائحة او فتح اجفان الفکر نشام برقا من انوارہ اللائحة ومالنا نسترسل فی سؤال الجاھین علی مثل ھذا الواضح المبین ولکن لا باس ان نذکر شیئا من التنبیه لیستظھر الفقیه ویتذکر النبیه۔

اس بارے میں اس شخص کو ہرگز شک نہیں ہوسکتا جس نے گلستانِ فقہ کے مہکتے ہوئے پھولوں سے کچھ خوشبو پائی ہو یا اسکے روشن انوار سے مشامِ جان کو معطر کیا ہو اور ہم اس معاملہ کو ترک نہیں کرسکتے باوجودیکہ اس پر واضح دلائل موجود ہیں کوئی حرج نہیں کہ ہم تنبیہ ذکر کردیں تاکہ صاحبِ فقہ پر استحضار ہوجائے اور صاحبِ فہم محفوظ کرے۔ (ت)

فاقول وبہ نستعین (میں اللہ تعالٰی کی مدد سے کہتا ہوں۔ت) **اولاً** فقیر غفراللہ تعالٰی لہٗ کا ایک موجز وجامع رسالہ مسمّٰی بنامِ تاریخی حسن البراعۃ فی تنفیذ حکم الجماعۃ ہے جس میں بفضلہٖ سبحٰنہ وتعالٰی حکم جماعت کی تحقیق حدیثی وفقہی اعلٰی درجہ کمال وجمال پر موفق ہوئی ہمارے علماء سے دربابِ جماعت شاذ ومشہور ومقبول ومہجور چھ قول ماثور:

(۱) فرض عین
(۲) فرض کفایہ
(۳) واجب عین
(۴) واجب کفایہ
(۵) سنّتِ مؤکدہ
(۶) مستحب

اس نفیس مبارک رسالہ نے بعونہٖ تعالٰی ثابت کر دکھلایا کہ ان اقوال میں اصلاً تدافع وتمانع نہیں سب حق وصحیح اور اپنے اپنے معنی پر رجیح ونجیح ہیں، یہ جلیل تحقیق جمیل توفیق وللہ الحمد والمنۃ عجب نادر وعنقائے مغرب ہے جس کا نام سُن کر ناظر متحیرانہ کہے ھذا لا یکون وکیف یکون (یہ نہیں ہوسکتا اور کیسے ہوسکتا ہے۔ت) اور جب اس کی زاہر تحریر باہر تقریر پر اطلاع پائے متعجبانہ اعتراف کرے کہ لمثل ھذا فلیعمل العاملون (کام کرنے والوں کو ایسا ہی کام کرنا چاہئے۔ت)

اس رسالہ میں ہم نے احادیث عبداللہ بن عباس وابوہریرہ وبریدہ وکعب بن عجرہ وانس بن مالک وعثمان غنی وعمرو بن ام مکتوم وابوامامہ وجابر بن عبداللہ وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت کیا کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اذان سُن کر حاضری واجب فرمائی، اداشناس سخن انہی احادیث سے جان سکتا ہے کہ اذان کس جماعت کے لئے بلاتی اور شرع اُس کی اجابت کیوں واجب فرماتی ہے مگر میں یہاں اصرح واوضح ذکر کروں حدیث حسن معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اُوپر گزری جس میں ندا

سُن کر نہ حاضر ہونے پر حکمِ جفا و کفر و نفاق فرمایا گیا، طبرانی کے یہاں بطریق آخر یوں آئی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

حسب المومن من الشقاء والخیبۃ ان یسمع المؤذن یثوب بالصلاۃ فلا یجیبہ۔[1]

مؤمن کو یہ بدبختی و نامرادی بہت ہے کہ مؤذن کو تکبیر کہتے سُنے اور اُس کا بلانا قبول نہ کرے۔ (ت)

اس روایت نے روایت سابقہ کی تفسیر کردی کہ وہاں بھی ندا سے یہی تکبیر مراد تھی فان الاحادیث یفسر بعضہا بعضا وخیر تفسیر للحدیث مایستبین بجمع طرقہ (احادیث ایک دوسرے کی تفسیر ہیں اور حدیث کی سب سے بہتر تفسیر وہ ہے جو اس حدیث کے تمام طرق کو جمع کرنے پر ہو۔ ت) بلکہ عند التحقیق احادیث ایجاب اجابت فعلیہ عند الاذان کا مرجع بھی اسی طرف کہ ہم نے رسالۂ مذکورہ میں احادیث و آثار ابوقتادہ و جابر بن عبداللہ و ام المومنین و ابوہریرہ و جابر بن سمرہ و امیر المومنین فاروق اعظم و عبداللہ بن عمر و ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت کیا کہ یہ وجوب تا وقت اقامت موسع ہے اگرچہ قنیہ و مجتبی میں صراحۃً تضییق کی کہ جو اذان سُن کر تکبیر کے انتظار میں بیٹھا رہے بدکار و مردود الشہادۃ ہے۔ بحرالرائق میں ہے:

فی القنیۃ لو انتظر الاقامۃ لدخول المسجد فہو مسیئ۔[2]

قنیہ میں ہے اگر اذان سن کر دخولِ مسجد کیلئے اقامت کا انتظار کرتا رہا تو وہ گنہگار ہوگا (ت)

اُسی میں ہے:

فی المجتبی من کتاب الشہادۃ من سمع الاذان وانتظر الاقامۃ فی بیتہ لاتقبل شہادتہ۔[3]

مجتبی کی کتاب الشہادۃ سے ہے جو شخص اذان سن کر گھر میں اقامت کا انتظار کرتا ہے اس کی شہادت قبول نہیں۔ (ت)

غرض حدیث سے ثابت کہ جو تکبیر سُن کر حاضرِ جماعت نہ ہو اُسے بدبخت، نامراد، ظالم، اظلم، کافر، منافق فرمایا گیا۔ للہ انصاف! کیا تکبیر کسی مطلق جماعت کی طرف بُلاتی ہے، کیا اس جماعت میں ملو نہ ملو ہر دعوت تکبیر کی اجابت ہوجاتی ہے، کیا اس میں حی علی الصلٰوۃ حی علی الفلاح کے یہ معنی ہیں کہ چاہے اس

---

[1] المعجم الکبیر مروی از معاذ بن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۹۶ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۸۳/۲۰

[2] بحرالرائق بحوالہ القنیہ باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۴۵/۱

[3] " " باب الاذان " " " ۲۶۰/۱

نماز و فلاح میں حاضر ہو چکا ہے نہ آؤ اپنی الگ کر لینا شاید قد قامت الصلوٰۃ کا یہی مطلب ہوگا کہ یہ نماز تو کھڑی ہو ہی گئی اب اس میں آکر کیا کرو گے تم اور کوئی بیٹھی ہوئی اٹھانا حاشا و کلا بلکہ تکبیر اسی جماعت کی طرف بلاتی اور اسی کی عدم حاضری پر وہ حکم ظلم و کفر و نفاق و شقاوت و خیبت ہے تو قطعاً حکم وجوب و تاکد کی مصداق یہی ماثور و معہود جماعت ہے۔

ثانیاً یہ توسیع تو ہمارے طور پر تھی اگر تصریح قنیہ و مجتبیٰ و تقریر بحر پر نظر کیجئے تو امر اظہر کہاں وہ تضییق کہ اذان کے بعد تکبیر کا انتظار بھی جائز نہیں، کہاں یہ توسیع شنیع کہ سرے سے جماعت اولیٰ میں حاضر ہونا ہی کچھ ضرور نہیں۔

ثالثاً روشن تر نص قاطع لیجئے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شانۂ اطہر سے مسجد انور میں قریب[عہ] امامت جلوہ فرما ہوتے، ایک دن نماز عشاء[عہ۲] کو تشریف لائے جماعت[عہ۳] میں قلت دیکھی کچھ لوگ حاضر نہ پائے نہایت[عہ۴]

عہ هذا ثابت فی غیر هذا الحدیث من عدة احادیث صحاح اوردناها فی حسن البراعة ۱۲ منه رحمه الله (م)

عہ۲ هذا منصوص علیه فی هذا الحدیث عند مسلم فی صحیحه و عند غیره ۱۲ منه رحمه الله

عہ۳ هذا عند احمد وغیره من حدیث کعب بن عجرة رضی الله تعالٰی عنه و عند سراج فی مسنده فی هذا الحدیث۔ (م)

عہ۴ هذا فی روایة السراج قال ثم خرج الی المسجد فاذا الناس عزون واذا هم قلیلون فغضب غضبا شدیدا لا اعلم انه رأیته غضب غضبا اشد منه ثم قال لقد هممت ان امر رجلا یصلی بالناس ثم اتتبع هذه الدور التی تخلف اهلوها عن هذه الصلاة فاضرمها علیهم بالنیران[1] (م)

یہ بات اس حدیث کے علاوہ متعدد احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے جنہیں ہم نے حسن البراعۃ فی تنقید حکم الجماعۃ میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ رحمۃ اللہ (ت)

امام مسلم نے اپنی صحیح اور دیگر محدثین نے اسی حدیث میں اس بات پر تصریح کی ہے ۱۲ منہ رحمۃ اللہ (ت)

یہ حدیث امام احمد وغیرہ محدثین کے ہاں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور سراج کے ہاں مسند سراج میں بھی اسی حدیث کے تحت مذکور ہے۔ (ت)

یہ روایت سراج میں ہے، کہا: پھر آپ مسجد کی طرف تشریف لے گئے تو جو لوگ حاضر تھے وہ تھوڑے تھے آپ سخت غضب میں ہو گئے، میں نے آج تک آپ کو اتنا غضبناک کبھی نہیں دیکھا تھا، پھر فرمایا: میں ارادہ کرتا ہوں میں کسی آدمی کو حکم دوں جو جماعت کروائے پھر میں اُن گھروں کی طرف جاؤں جن کے اہل اس نماز میں حاضر نہیں ہوئے اور ان کو آگ سے جلا دوں۔ (ت)

---

[1] عمدۃ القاری بحوالہ مسند سراج باب وجوب صلوٰۃ الجماعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/ ۱۶۰

شدید غضب وجلال محبوبِ ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس سے ظاہر ہوا ارشاد فرمایا: خدا کی قسم میرے جی میں آتا ہے کہ مؤذن کو تکبیر کا حکم دوں پھر کسی کو امامت کے لئے فرماؤں پھر بھڑکتی ہوئی مشعلیں لے جاؤں اور اُن لوگوں پر اُن لوگوں کے گھر پھونک دوں جنھیں یہ اذان سُنے یہ وقت ہو گیا اب تک گھروں سے نماز کو

عـه فان قلت الیس فی نفس الحدیث مایدل ان الاولی لاتجب عینا والا لماھم ھو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یقیم الصلاۃ ثم ینصرف الیھم لاحراق بیوتھم۔

اگر آپ کہیں کہ کیا نفسِ حدیث میں ایسی کوئی چیز نہیں جو اس بات پر دلالت کررہی ہو کہ پہلی (جماعت) واجبِ عینی نہیں ہے ورنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کو جماعت قائم کرنے کا حکم دے کر اس (جماعت میں نہ حاضر ہونے والوں) کے گھروں کو جلانے کا ارادہ نہ کرتے۔

قلت ھذا السؤال قد اورد قبل علی الاحتجاج بالحدیث لوجوب الجماعۃ وقد تصدی العلماء لجوابہ قال العلامۃ البدر محمود العینی فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری الثالث (ای من وجوہ الجواب عن حدیث الباب) ما قالہ ابن بزیزۃ عن بعضھم انہ استنبط من نفس الحدیث عدم الوجوب لکونہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھم بالتوجہ الی المتخلفین فلو کانت الجماعۃ فرض عین ما ھم بترکھا اذا توجہ قال العینی ثم نظر فیہ ابن بزیزۃ بان الواجب یجوز ترکہ لما ھو اوجب منہ[1] اھ کلام العمدۃ۔

قلت (میں کہتا ہوں) پہلے ہی سوال اس حدیث سے وجوبِ جماعت پر استدلال کرنے پر وارد ہوا اور علما اس کے جواب کے درپے ہوئے ہیں چنانچہ علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں لکھا تیسرا (یعنی حدیث باب پر اعتراض کے جوابات میں سے) جواب وہ ہے جو ابن بزیزہ نے بعض محدثین کے حوالے سے ذکر کیا وہ یہ ہے کہ نفسِ حدیث سے عدمِ وجوب ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضر نہ ہونے والوں کی طرف جانے کا ارادہ کیا ہے اگر جماعت فرضِ عین ہوتی تو آپ اسے چھوڑ کر وہاں جانے کا ارادہ نہ کرتے۔ امام عینی کہتے ہیں پھر ابن بزیزہ نے اس کو یہ کہتے ہوئے محلِ نظر قرار دیا کہ بعض اوقات اہم واجب کی وجہ سے دوسرے کم درجہ واجب کو ترک کیا جاسکتا ہے[1] (عمدۃ القاری کی عبارت ختم ہوئی) (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] عمدۃ القاری باب وجوب صلوٰۃ الجماعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/ ۱۶۴

www.ahlesunnatnetwork.org

نہیں نکلتے ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اقول فلقد صح مثل ذلك عنه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی الجمعة اخرج مسلم فی صحیحه عن عبد اللہ یعنی ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قال لقوم یتخلفون عن الجمعة لقد هممت ان اٰمر رجلا یصلی بالناس ثم احرق علی رجال یتخلفون عن الجمعة بیوتهم[1]۔

اقول علا ان عبد اللہ بن وهب روی الحدیث فی مسنده فقال حدثنا ابن ابی ذئب حدثنا عجلان عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه فذکر الحدیث وفیه لینتهین رجال من حول المسجد لایشهدون العشاء اولاحرقن بیوتهم[2] وقد قال فی حدیث سقناه عن الجامع الصحیح ثم اٰخذ شعلا من نار ولا نسلم ان بین ان یذهب بعد الاقامة بشعل قد اوقدت الی بیوت حول المسجد فیضرمها علیهم وبین الرجوع الی المسجد ما یوجب

اقول (میں کہتا ہوں) یہی بات صحت کے ساتھ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نمازِ جمعہ کے بارے میں بھی ثابت ہے، امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جمعہ سے غیر حاضر لوگوں کے بارے میں فرمایا، میرا جی چاہتا ہے کہ میں کسی آدمی کو جماعت کا حکم دُوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ان لوگوں کے گھر جلادُوں جو جمعہ سے غیر حاضر رہتے ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس کے علاوہ عبد اللہ بن وہب نے اپنی مسند میں ذکر کیا کہ ہمیں ابن ابی ذئب نے انھیں عجلان نے انھیں سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حدیث بیان کی پھر حدیث ذکر کی اس کے الفاظ یوں ہیں: مسجد کے پڑوسی ضرور باز آجائیں جو نمازِ عشا میں حاضر نہیں ہوتے، ورنہ میں ان کے گھر جلادوں گا۔ اور اس حدیث میں جسے ہم نے جامع صحیح کے حوالے سے لکھا یہ بھی ہے، فرمایا پھر میں آگ کی مشعل لوں، اور ہم نہیں مانتے کہ درمیان اس کے کہ اقامت کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مسجد کے اردگرد لوگوں کے گھروں کو جلانے کیلئے مشعل لے کر جانا اور درمیان اس کے کہ مسجد کی طرف لوٹ آنا کوئی

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] صحیح مسلم باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ وبیان التشدید فی التخلف عنہا مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۲

[2] عمدۃ القاری بحوالہ مسند عبد اللہ بن وہب مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر ۵/۱۶۰

البخاری عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیس صلاة اثقل علی المنافقین من الفجر والعشاء ولو یعلمون ما فیھما لاتوھما ولو حَبْواً لقد ھممت ان اٰمر المؤذن فیقیم ثم اٰمر رجلا یؤم الناس ثم اٰخذ شعلا من نار فاحرق علی من لا یخرج الی الصلاة

البخاری، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقین پر فجر وعشا کی نماز سے بڑھ کر کوئی نماز بھاری نہیں۔ اگر انھیں ان کے درجہ وفضیلت کا علم ہوجائے تو وہ گھٹنوں کے بل ان کی ادائیگی کے لئے آئیں، میرا جی چاہتا ہے کہ میں مؤذن کو تکبیر کا کہوں اور کسی دوسرے کو جماعت کا حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں آگ کی مشعل لے کر ان پر پھینکوں جو نماز کے لئے ابھی تک گھروں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تفویت الجماعة حتی یلزم الترك نعم یفوت الادراك من اول الصلاة وھو لیس الا فضیلة ربما یترك لاقل من ھذا اعلی السکینة فی المشی لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا سمعتم الاقامة فامشوا الی الصلاة وعلیکم بالسکینة والوقار فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا رواہ الشیخان وغیرھما عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنہ فسقط الاشکال راسا وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

زیادہ وقت ہے جو جماعت کو فوت کردیتا ہے حتی کہ ترک جماعت لازم آئے، ہاں اول نماز کا فوت ہونا لازم آتا ہے اور وہ فضیلت کے سوا کچھ بھی نہیں، بعض اوقات اس سے بھی کم درجہ شئی کی بنا پر اعلٰی کو ترک کیا جاسکتا ہے، مثلاً جماعت کے لئے دوڑنے کی بجائے سکون سے چلنا چاہئے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے جب تم اقامت سنو تو نماز کی طرف چلو دراں حال تم پر سکون ووقار لازم ہے جو حصہ نماز پالو اسے ادا کرو اور جو رہ جائے اسے پورا کرلو۔ اسے بخاری ومسلم وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے، تو اب اشکال سرے سے ختم ہوگیا وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[۱] صحیح بخاری باب ما ادرکتم فصلوا الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۹

بعد ۱؎ عہ ۔

سے نہیں نکلے ۔ (ت)

یہ حدیث صحیح نص صریح ہے کہ وقت اقامت تک مسجد میں حاضر نہ ہونا وُہ جرم قبیح ہے جس پر حضور اقدس صلوات اللہ تعالٰی وتسلیماتہ علیہ وعلٰی آلہ الکرام نے ان لوگوں کے جلادینے کا قصد فرمایا، علماء فرماتے ہیں یہ ارشاد کہ تکبیر کہلوا کر نماز شروع کراؤں اُس کے بعد تشریف لے جاؤں اسی بنا پر تھا کہ اُن کی عدم حاضری ثابت اور الزام تخلف قائم ہولے اس کا منشا وہی تحقیق ہے جو ہم نے ذکر کی کہ ایجاب اجابت تا وقت اقامت موسع ہے۔ امام اجل ابوزکریا نووی رحمہ اللہ تعالٰی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

انما ھم باتیانھم بعد اقامۃ الصلاۃ لان بذلک یتحقق مخالفتھم وتخلفھم

اقامت نماز کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ان کی طرف جانے کا ارادہ اس لئے ہے کہ یہ وہی

عہ قولہ بعد نقیض قبل مبنی علی الضم فلما حذف منہ المضاف الیہ بنی علی الضم وسمی غایۃ لانتہاء الکلام الیہا والمعنی بعد ان یسمع النداء الی الصلٰوۃ ۲؎ اھ عمدۃ القاری **قلت** والنفی اذا لاقی زمانا استغرق جمیع اجزائہ فیمتد من بدء وقت المضاف الیہ الی اٰن التکلم ولذا یرجع حاصلہ فی امثال المقام الی قولک الی الاٰن تقول ماجاءنی بعد ای بعد ان ذھب الی ھذا الحین وھذا معنی قولہ سمی غایۃ لانتہاء الکلام الیہا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

قولہ "بعد" یہ "قبل" کی نقیض ہے یہ مبنی علی الضم ہے۔ کیونکہ جب اس کا مضاف الیہ محذوف ہو تو یہ مبنی علی الضم ہوتا ہے۔ کلام اس پر ختم ہونے کی وجہ سے اسے غایت بھی کہا جاتا ہے۔ الفاظِ حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو نماز کی اذان سُن کر نماز کے لئے نہیں آتے اھ عمدۃ القاری **قلت** (میں کہتا ہوں) جب نفی کسی زمانے پر لاقی ہو تو تمام اجزاء کو محیط ہوگی تو اس کا احاطہ وقتِ مضاف الیہ کی ابتداء سے لے کر وقتِ تکلم تک ہوتا ہے اسی لئے ایسی عبارت کا معنی ایسے مقامات پر مثلاً "اب تک" ہوتا ہے مثلاً کوئی کہے ماجاءنی بعد یعنی وہ جانے کے بعد اس وقت تک نہیں آیا' اور جو انھوں نے کہا کہ اس پر انتہاءِ کلام کی وجہ سے اسے غایت کہا جاتا ہے اس کا معنی ومفہوم بھی یہی ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

۱؎ صحیح البخاری باب فضل صلاۃ العشاء فی الجماعۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۹۰

۲؎ عمدۃ القاری " " " " مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/ ۱۷۳

فلیتوجه اللوم علیهم[1] الخ

وقت ہے جب نہ آنے والوں کی عدم حاضری اور الزام تخلف ثابت ہو چکا جس کی وجہ سے وہ ملامت کے مستحق قرار پائے ہیں الخ (ت)

اقول یہاں سے واضح ہوگیا کہ ظاہر حدیث میں جو کلام قنیہ و مجتبیٰ کی تائید نکلتی تھی ممنوع وساقط ہے معہذا شک نہیں کہ حضور مسجد بنفسہٖ عبادت مقصودہ نہیں بلکہ غرض شہودِ جماعت ہے اور قبل از اقامت فوتِ جماعت غیر معقول تو اقامت تک وجوب موسع ماننے سے چارہ نہیں مگر بات یہ ہے کہ اقامت تک تاخیر یا تو امام معین کو میسر جس کے بن آئے جماعت قائم ہی نہ ہوگی یا اُسے جس کا مکان مسجد سے ایسا ملاصق کہ تکبیر کی آواز اُس پر مخفی نہ رہے گی ان کے سوا اور نمازیوں کو انتظار اقامت کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں کہ جب نہ تکبیر اُن پر موقوف نہ اُنھیں اس کی آواز آئے گی تو کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں ایسوں کو اُسی وقت تک تاخیر روا جب تک تفویت کا خوف نہ ہو حدیث ایسے ہی لوگوں پر محمول اور ممکن کہ کلام قنیہ و مجتبےٰ بھی اسی معنی پر حمل کریں فیحصل التوفیق و باللّٰہ التوفیق۔

رابعاً اگر بفرض باطل یہ احکام مطلق جماعت کے ہوتے کہ اولیٰ وثانیہ دونوں جس کے فرد کو واجب تھا کہ بعد فوت اولیٰ ثانیہ بالتعیین واجب و مؤکد ہوتی کہ اب برا ءت ذمہ اسی فرد میں منحصر ہوگئی حالانکہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بعد فوت اولیٰ وجوب درکنار نفس جواز ثانیہ میں نزاع عظیم ہے ظاہر الروایہ منع وکراہت ہےاگرچہ ماخوذ و مختار جواز ہے جبکہ بے اعادہ اذان ہیأۃ اولیٰ بدل کر ہو کما بیناہ فی فتاوٰنا بما یقبل المنصف و ان کابر المتعسف (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تفصیل بیان کردی ہے جسے منصف قبول اور متعسف مخالفت کریگا ت) امام اجل ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالٰی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

لودخل جماعة المسجد بعد ما یصلی فیه اهله یصلون وحدانا وهو ظاهر الروایة[2]۔

اگر کچھ آدمی کسی ایسی مسجد میں داخل ہوئے کہ وہاں کے لوگ باجماعت نماز ادا کر چکے تھے تو اب تنہا تنہا پڑھیں اور یہی ظاہر روایت ہے۔ (ت)

ع یہاں کلام علی ما هو المشهور بین کثیر من الناس ہے فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ پر اس کی تحقیق بکمال توفیق و جلیل تطبیق فائض ہوئی خاص اسباب میں تحریر فقیر سے دیدنی ۱۲ منہ رحمہ اللہ (م)

---

[1] شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ زیر حدیث مذکور مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۲

[2] رد المحتار بحوالہ فتاوٰی ظہیریہ مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

وبعبارۃ اخری جس جماعت کو علماء واجب یا سنّتِ مؤکدہ کہتے ہیں اُس کا تاکد متفق علیہ ہے اور ثانیہ کا بعد فوت اولٰی بھی نفس جواز مختلف فیہ تو ثانیہ کسی وقت اُس جماعت سے نہیں جس کا حکم وجوب تاکد ہے لیکن ثانیہ دائمًا مطلق جماعت کی فرد ہے تو لاجرم یہ احکام مطلق اصولی کے نہیں بلکہ خاص اولٰی کے ہیں وھو المطلوب (اور مطلوب یہی تھا۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

قد علمت ان تکرارھا مکروہ فی ظاھر الروایۃ الا فی روایۃ عن الامام وروایۃ عن ابی یوسف[عہ] کما قدمناہ قریبا وسیأتی ان الراجح عند اھل المذھب وجوب الجماعۃ وانہ یاثم بتفویتھا اتفاقا[لہ]۔	آپ نے جانا کہ جماعت کا تکرار ظاہر روایت میں مکروہ ہے مگر امام صاحب سے ایک روایت اور امام ابویوسف سے ایک روایت میں مکروہ نہیں جیسا کہ ہم نے ابھی پہلے بیان کیا اور عنقریب آرہا ہے کہ اہل مذہب کے ہاں راجح وجوبِ جماعت ہے اور جماعت کو فوت کرنے والا بالاتفاق گنہگار ہے (ت)

بھلا وہ کیا چیز ہے جس کی تفویت بالاتفاق گناہ ہے، ثانیہ کو تو اسی عبارت میں روایت مشہورہ پر مکروہ بتا رہے ہیں لاجرم وہ اولٰی ہی ہے تو ثانیہ کے اعتماد پر اسے فوت کرنا بالاتفاق گناہ ہے اور گناہ کی اجازت دینی اُس سے بھی بدتر۔

وبعبارۃ ثالثۃ وہی علماء کہ جماعتِ ثانیہ کو مکروہ بتاتے ہیں وجوب و تاکد جماعت کی تصریح فرماتے ہیں کما لایخفی علی من تتبع کلمات القوم وقد علمت الخلف والوفاق (جیسا کہ ہر اس شخص پر واضح ہے جو فقہاء کی عبارات سے آگاہ ہے اور تو اس میں اختلاف و اتفاق کو جانتا ہے۔ ت) اور وجوب و تاکد کا کراہت سے اجتماع بمعنی نہی عن الفعل یا ندب ترک بعد حصول المتاکد یقینًا محال اگرچہ بمعنی المطلوب المطلوب الدفع قبل الحصول و مطلوب الفعل بعد الحصول ممکن اور شک نہیں کہ یہاں اجتماع ہوگا تو بمعنی اول فاعرف وافھم ان کنت تفھم بالیقین (اسے پہچان کر اچھی طرح سمجھ لے اگر توفیق کو پانے والا ہے۔ ت) وہ حکم اجماعی ایسی ہی جماعت کا ہے جو ثانیہ کو شامل نہیں ورنہ قول مشہور نہ صرف مہجور بلکہ قول بالمحال اور معاذ اللہ

عہ قلت وروایۃ عن محمد کما فی البحر والمجتبی والحلیۃ وغیرھا ۱۲ منہ (م)	میں کہتا ہوں امام محمد سے بھی ایک روایت یہی ہے، جیسا کہ بحر، مجتبٰی، حلیہ اور دیگر کتب میں ہے ۱۲ منہ (م)

لہ ردالمحتار مطلب فی کراہۃ تکرار الجماعۃ فی المسجد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۹۱

قانون عقل وتمیز سے دُور ہوگا وای شناعة اشنع من ذلك (یعنی اس سے بڑھ کر بدبختی کیا ہوگی۔ ت)

خامساً ایک بدیہی بات، سنیت کا ہے سے ثابت ہوتی ہے مواظبت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مطلقاً یا مع الترک احیاناً اور وجوب کو کیا چاہئے انکار اعلی الترک بھی یا صرف مواظبت دائمہ، اب دیکھ لیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کس جماعت پر مواظبت فرمائی اور کس کے ترک پر نکیر آئی، ظاہر ہے کہ وہ جماعت اُولٰی ہی تھی تو وجوب یا استنان موکد اُسی کا حکم ہے نہ مطلق ثانیہ کا۔

تنبیہ احکام افراد جانب مطلق سرایت کرتے شبہہ نہیں مگر وہ مطلق مطلق منطقی ہے جس کے تحقق کو تحقق فرد واحد اور اس پر صدق حکم کو صدق علی فرد ولو علی خلاف سائر الافراد کافی، ولہذا بتضاد احکام افراد مورد احکام متضاد ہوتا ہے بایں معنی مطلق جماعت بیشک فرض واجب سنّت مستحب مباح مکروہ حرام سب کچھ ہے کہ جماعتِ جمعہ وجماعتِ پنجگانہ وجماعتِ کسوف وجماعتِ وتر رمضان وجماعتِ نوافل بلا تداعی و بتداعی وجماعت ظہر فی المصر یوم الجمعہ وغیرہ سب کو شامل، اس معنی پر حکم فرد کی مطلق سے نفی دو بار قول بالمتناقضین ہے لثبوته ونفيه كليهما[عہ] والمطلق كليهما (ثبوت ونفی دونوں میں اور دونوں کے دونوں مطلق ہیں۔ ت) کلام اس میں نہیں مطلق اصولی یعنی فرد شائع یا ماہیت متقررہ فی ای فرد یُراد میں کلام ہے اس کی طرف احکام خاصہ فرد دون فرد ہرگز ساری نہیں ہوسکتے اور جو حکم اس کے لئے ثابت وہ ہر فرد کو ثابت مالم یمنع مانع (جب تک کوئی مانع نہ پایا جائے۔ ت) یہ نکتہ ضروری الحفظ ہے کہ اس سے غفلت باعث غلط وشطط ہوتی ہے

وقد حققه تاج المحققين خاتمة المدققين سيدنا الوالد قدس سره الماجد فی کتابه المسماة "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" والله الهادی الی سبیل السداد۔

تاج المحققین خاتم المدققین ہمارے سردار والد گرامی قدس سرہ نے اس کی تحقیق اپنی کتاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں کی ہے اور اللہ تعالٰی ہی سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے (ت)

[عہ] لانه ان اثبت للفرد فقد اثبت للمطلق بحکم السرایة لکنه اثبت للفرد فاثبت للمطلق وقد نفی عنه لکنه لم یثبت للمطلق فلم یثبت للفرد وقد اثبت له ۱۲ منه (م)

اس لئے کہ اگر کسی فرد کے لئے ثابت کیا تو وہ حکم سرایت کی وجہ سے مطلق کے لئے بھی ثابت ہوجاتا ہے لیکن جب اس نے فرد کے لئے ثابت کیا تو گویا مطلق کے لئے بھی ثابت کردیا حالانکہ اس نے اس سے نفی کردی لیکن جب مطلق کے لئے ثبوت نہیں تو فرد کے لئے بھی ثابت نہیں حالانکہ اس نے مطلق کے لئے ثابت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

بالجملہ نہ جماعت اُولیٰ پر ترجیح تہجد وجہ صحت رکھتی ہے نہ حکمِ وجوب و تاکد جماعت اولیٰ سے متعدی ہے نہ باعتمادِ ثانیہ ترک اولیٰ کی اجازت ہوسکتی ہے نہ ہرگز اولیٰ و ثانیہ کا ثواب مساوی ہے بلکہ باعتماد ثانیہ تفویت اولیٰ گناہ قطعی اجماعی ہے، ہاں مسجد اگر مسجدِ شارع ہو یعنی اُس کے لئے کوئی جماعت معلوم معین نہیں جیسے بازاروں کی مسجدیں کہ کسی خاص محلہ وگروہ سے مختص نہیں کچھ راہ گیر آئے پڑھ گئے کچھ پھر آئے وہ پڑھ گئے، یوں ہی متفرق گروہ آتے اور پڑھتے جاتے ہیں تو وہاں اس قول کی گنجائش ہے کہ ایسی مساجد کی ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے،

فان الاولى الناهية عن الثانية مطلقا او بشرطه هي ما فعلها اهل المسجد باذان جهرا واقامة حتى لو ان مسجدا من مساجد الحي اتاه قوم من غير اهله فاذنوا واقاموا وصلوا جماعة كان لاهله ان يصلوا جماعة من دون حاجة الى العدول عن المحراب لان الحق لهم فلا يبطل بفعل غيرهم كما نصوا عليه، ومساجد الشوارع لا اهل لها معينا فلا يتحقق فيها الاولى بالمعنى المذكور بل الكل اولى اذ ليس بعض من بعض باولى۔

کیونکہ پہلی جماعت دوسری سے ہر حال میں روکنے والی ہے یا اس شرط کے ساتھ کہ پہلی جماعت اہلِ محلہ نے بلند اذان واقامت کے ساتھ ادا کی ہو حتی کہ اگر غیر محلہ کے لوگ کسی محلہ کی مسجد میں آئے اور اُنھوں نے اذان دی اقامت کہی اور جماعت کرائی تو اب اہلِ محلہ محراب تبدیل کئے بغیر جماعت کروانے کا حق رکھتے ہیں کیونکہ جماعت کرنے کا حق ان کا ہے تو غیر کی جماعت کی وجہ سے ان کا حق باطل نہیں ہوسکتا جیسا فقہا نے اس کی تصریح کی ہے، اور راستے کی مساجد میں کوئی اہل جماعت متعین نہیں ہوتی لہذا باعتبار معنی مذکور کے ایسی مساجد کی کوئی ایک جماعت اُولیٰ نہ ہوگی بلکہ ہر ایک اُولیٰ ہوگی کیونکہ وہاں بعض بعض سے اُولیٰ نہیں ہوتے۔ (ت)

ولہذا ہر گروہ کہ آتا جائے اپنی اپنی جدا اذان واقامت سے جماعت کرے

كما في رد المحتار عن خزائن الاسرار عن امالي الامام قاضيخان وفي خانيته مسجد ليس له مؤذن وامام معلوم ويصلي الناس فيه فوجا فوجا فان الافضل ان يصلي كل فريق باذان واقامة

جیسا کہ ردالمحتار میں خزائن الاسرار سے امالی قاضیخان سے اور انہی کے فتاوی خانیہ کے حوالے سے ہے ہر وہ مسجد جہاں کوئی مؤذن وامام مقرر نہ ہو وہاں لوگ مسجد میں گروہ در گروہ نماز ادا کریں کیونکہ افضل یہ ہے کہ ہر گروہ اذان واقامت کے ساتھ

علی حدۃ اھ[1] وفی الشامیۃ عن المنبع اما مسجد الشارع فالناس فیہ سواء لااختصاص لہ بفریق دون فریق اھ[2]

الگ الگ نماز پڑھے اھ اور فتاوٰی شامی میں منبع سے ہے رہا معاملہ مسجد شارع کا تو اس میں تمام لوگ برابر ہوتے ہیں اس میں کسی ایک فریق کو تخصیص حاصل نہیں ہے اھ (ت)

الحمدللہ کلام اپنے ذروۂ اقصٰی کو پہنچا اور حکم مسائل نے غایت انجلا پایا ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق (تحقیق کا تقاضا یہی تھا اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت) روشن رہے کہ فقیر غفراللہ تعالٰی لہٗ کو کسی کے کلام پر اخذ مقصود نہیں بلکہ صرف اظہارِ حق و ادائے واجب اکد واحق کہ بعد سوال اعانت جواب و ابانت صواب اہم واجباتِ شرعیہ سے ہے جس پر ہم سے حضور پُرنور خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عہدواثق لیا۔

اللھم اجعلنا من المفلحین ولعھد نبیك من الموفین علیہ وعلٰی اٰلہ الصلٰوۃ والتسلیم ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم۔

اے اللہ! ہمیں کامیاب ہونے والوں میں سے کردے اور اپنے نبی علیہ وعلٰی آلہ الصلٰوۃ والتسلیم کے ساتھ عہد ایفاء کرنے والا بنادے۔ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے قبول فرما بیشک تُو ہی سُننے والا اور جاننے والا ہے (ت)

الحمدللہ کہ یہ ضروری وموجز جواب کاشف صواب فرصت اختلاصی کے چند متفرق جلسوں میں ۲۴ صفر ۱۳۱۲ہجریہ روز جان افروز دوشنبہ کو وقت اشراق مہر مشرق سمائے ختام و بلحاظ تاریخ بدر ختم القلادۃ المرصعۃ فی نحر الاجوبۃ الاربعۃ اس کا پُورا نام ہوا و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سید المرسلین محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۰۸
فتاوٰی قاضی خاں فصل فی المسجد مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۶/ ۳۲

[2] ردالمحتار باب الامامۃ " مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۰۹